روح، عقل، قلب اور نفس پر جدید تحقیقی صوفیانہ اور سائنسی بحث

اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس

اور نفسیات

مؤلف

حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب

خلیفہ مجاز حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان سلیمانی

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

آدمیت لحم شحم وپوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات

از قلم
حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم
خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمہ اللہ

ناشر
ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..................اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات

مصنف..................حضرت ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہم

طبع..................اول،، ذیقعدہ ۳۹ھ

طبع دوم..................محرم الحرام، ۴۰ھ

تعداد..................۱۰۰۰

ناشر..................ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ

ملنے کے پتے

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور۔03219006321

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کوہاٹ۔03325876050

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ مردان۔03149630240

بک سٹال مدینہ مسجد مدینہ یونیورسٹی۔

دار الکتب کمال پلازہ کوہاٹ۔

اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن کراچی۔

[فہرست]

پیش لفظ

یہ تحریر تقریباً پندرہ سال پہلے لکھی گئی، اشاعت میں مختلف وجوہات کے باعث تاخیر ہوتی گئی، اہل علم وفن حضرات کی نظروں سے گزری، جنہوں نے تقاریظ اور تبصروں سے نوازا۔

حضرت بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم نے خاص طور سے مشوروں سے نوازا۔ ہر دو حضرات اونچے درجے کے مشائخ وعلماء ہونے کے ساتھ ساتھ کہنہ مشق محقق و مصنف ہیں۔ اس لیے ان کے مشوروں سے بہت فائدہ ہوا اور کتاب کی افادیت بڑھ گئی۔ سو (۱۰۰) احادیث مبارکہ بھی کتاب کے آخر میں شامل کر لی تھیں کہ ان کی برکت سے یہ کوشش قبول کے اعزاز سے بہرہ ور ہو۔

کتابیں چھپنے کے بعد جب تفصیلی مطالعہ کے لیے میدان میں آتی ہیں تو مختلف اہل علم تسامحات کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں، جن کی اصلاح کر لی جاتی ہے۔ بندہ بھی خود کو ایسے اہل علم کے مشوروں کا محتاج پاتا ہے۔

از

ڈاکٹر فدا محمد

تقریظ

حضرت قاری بریگیڈ ئیر (ر) فیوض الرحمٰن صاحب مد ظلہم

برادر مکرم پروفیسر ڈاکٹر فدا محمد صاحب کی نئی تصنیف '' اسلامی تصوف ، میڈیکل سائنس اور نفسیات '' کا مسودہ میرے سامنے ہے، اس میں موصوف نے روح، عقل، قلب، نفس اور حب مال و جاہ پر طبی، سائنسی اور صوفیانہ انداز میں داد تحقیق دی ہے۔ نئی نسل کی عفت و پاکبازی اور اصلاح و تزکیہ کے لیے یہ بڑی ہی مفید کتاب ہے۔ اس سے اگرچہ ہر عمر کے حضرات استفادہ کر سکتے ہیں مگر وہ طلبہ و طالبات جو مخلوط ذریعہ تعلیم سے وابستہ ہیں ان کے لیے تو بہت ہی اکسیر ہے۔ کتاب معلوماتی اور دلچسپ ہے، جگہ جگہ نہایت مناسب اور عمدہ مثالوں سے متعلقہ مضمون کی مؤثر تشریح کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب خیبر میڈیکل کالج کے گریجویٹ اور پھر اسی ادارہ میں تدریس سے متعلق رہے ہیں۔ آخر میں شعبہ اناٹومی کے ایک عرصہ تک سربراہ رہے ہیں۔ اپنی تعلیمی زندگی میں حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور پھر انہی کی رہنمائی میں سلوک کی تکمیل کر کے خلافت پائی اور ان کے جانشین کی حیثیت سے ایک عرصہ سے اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور واقعتاً ان کے جانشین ہیں۔ موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے اپنے شیخ کی زندگی پر مرد درویش، اصلاح نفس اور دیگر کئی مفید کتابیں لکھی ہیں، جو بڑے ذوق و شوق سے

پڑھی جا رہی ہیں، بلکہ ان سے انہی کے رنگ میں اپنی زندگی سنواری جا رہی ہے، اب ان کی یہ نئی کتاب جو ان کے علم اور تجربہ کا گویا نچوڑ ہے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ میں اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری امید ہے کہ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے اپنے کردار میں بلندی حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ کتاب ملک کے تمام او، اے لیول، انجینئر نگ، میڈیکل کالجوں اور دیگر اداروں میں بطور نصاب شامل کر لی جائے، تو اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت اور نافعیت کی دعا ہے۔

فیوض الرحمٰن

کراچی

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم

مخدوم ومکرم، پیر طریقت، درویش خدا مست حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم کی تازہ ترین و قیع تحریر، عالمانہ فاضلانہ اور مصلحانہ مقالہ باعثِ تبریدِ نظر اور سرورِ قلب بنا۔ عنوان ہے ''اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات''۔ تعارفی کلمات میں لکھا ہے کہ ''روح، قلب، عقل اور نفس پر جدید، تحقیقی، صوفیانہ اور سائنسی بحث''۔ یہ گراں قدر تحریر عصر کے وقت ملی، عشاء تک سفر اور سفر کی مصروفیات اور ہمہ جہت مشاغل کے باوجود بھی تحریر کی خوبی نے خود کو مجھ سے عشاء تک پڑھوالیا۔ کتاب ختم کی تو باطنی کیفیات ہی کچھ اور تھیں اور اب بھی دل چاہتا ہے کہ ایک بار اور بلکہ بار بار پڑھتا رہوں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس مقالہ کا خلاصہ، جوہر اور پیغام، اور تأثرات عرض کیے دیتا ہوں۔

علم اگر سوزِ دماغ بن کر رہ جائے تو وہ دماغ تک رہ جاتا ہے اور اگر وہ سوزِ جگر بن جائے تو زندگی کا سراغ پالیتا ہے۔ علم الفاظ کی شعبدہ بازی کا نہیں بلکہ درحقیقت یہ انسان سازی کا ذریعہ ہے اور یہی حقیقتِ علم اور یہی مصرفِ علم ہے۔ مولانا رومؒ نے علم کو ''تن پر مارنے'' اور ''دل میں اتارنے'' کے فلسفہ کو اپنے شہرۂ آفاق حکیمانہ اسلوب سے بہت خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے۔

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

یعنی علم اگر پرورشِ تن تک رہے تو وہ زہریلا سانپ بن جاتا ہے جو انسان میں خودنمائی اور تکبر ابھارتا ہے اور دوسروں کو پچھاڑنے کا آلہ اور حصولِ شہرت کا جھوٹا حربہ بن جاتا ہے لیکن اگر اسے دل میں اتارا جائے تو وہ انسان کا سچا دوست بن جاتا ہے جو اسے صحیح مشورہ دیتا ہے، تمیزِ حق و باطل

سکھاتا ہے اور خوبیوں کی راہ چلاتا ہے۔

علم ''کنز'' و ''قدوری'' جیسی کتابوں میں گم ہو جانا نہیں بلکہ رازِ زندگی پانا ہے۔ ''ہدایہ'' پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ ''تقویٰ'' کی منزل پر پہنچنا خلاصۂ علم ہے۔ ایک حدیث کی روشنی میں علم ابنِ آدم کے لئے حجت بھی ہے اور ابنِ آدم پر حجت بھی ہے۔ ''ابنِ آدم کے لئے حجت'' کا مطلب یہ کہ وہ اسے دلیل بناتا ہے حق کے لئے ہدایت کے لئے، سچ کے لئے، حسنِ عمل کے لئے، اور ''ابنِ آدم پر حجت'' کا مفہوم ہے کہ اگر اس سے استفادہ نہ کیا جائے تو وہ خدا کی طرف سے انسان پر اتمامِ حجت ہوتا ہے جس کا بدیہی (لازمی) نتیجہ عذابِ الٰہی اور خدائی گرفت ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اپنے ایک لافانی شعر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایثار کو 'مکتب کی کرامت' نہیں بلکہ 'فیضانِ نظر' قرار دیا ہے۔ علم کے الفاظ ''مکتب'' کہلاتے ہیں اور فیضانِ نظر ''روحِ علم'' ہے جو انسان کو اپنی ذات، اپنے نفس اور اپنے مفادات سے بے نیاز کر کے بڑے مقصد کے لئے قربانی پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا علم کے لئے عمل لازمی اور ناگزیر ہے ورنہ عمل کے بغیر علم ایسا درخت ہے جو ہمیشہ بے ثمر رہتا ہے۔ اقبال نے اس کے لئے ''نخیلِ بے رطب'' کی اصطلاح وضع کی ہے، یعنی کھجور کا خشک درخت۔

ایک مردِ حق آگاہ حضرت شیخ نظام الدین دہلویؒ نے اپنے ملفوظات میں اس بات کو بڑی عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں:

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور بوعلی سینا کی کچھ عرصہ مجلس و محفل رہی۔ جب بوعلی سینا وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت شیخ کے قریبی ساتھی اور ہمدم سے کہا کہ جب میں چلا جاؤں تو میرے بارے میں حضرت شیخ سے پوچھنا کہ ان کی میرے بارے مین کیا رائے بنی ہے اور آپ جو کچھ فرمائیں مجھے بلا کم و کاست لکھ بھیجنا تاکہ میں اپنی شخصیت کا جائزہ لے سکوں۔ چنانچہ ایک موقع پر اس صوفی نے حضرت شیخ سے بوعلی سینا کے بارے میں پوچھ لیا۔ انھوں نے فرمایا: ''خیلے خوب است فیلسوف است'' یعنی بہت اچھا ہے، فلسفی آدمی ہے لیکن اس سے صوفی کا اطمینان نہ ہوا اور اندازہ لگایا کہ شیخ ابوسعید دل کی بات نہیں کہہ رہے۔ پھر موقع پا کر دوبارہ آپ کے خادم نے بوعلی سینا کے بارے میں رائے پوچھی۔ آپ نے فرمایا: ''خیلے خوب است، فیلسوف است، طبیب است اما مکارمِ اخلاق

ندارد" (بہت اچھا آدمی ہے، فلسفی اور طبیب ہے مگر اچھے اخلاق کا آدمی نہیں) یہ بات اس صوفی نے بوعلی سینا کو لکھ بھیجی۔ جب یہ خط انھیں ملا تو یک گونہ تعجب اور تأسف ہوا۔ چنانچہ بوعلی سینا نے ایک لمبا چوڑا وضاحتی خط حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجا جس میں یہ بھی مذکور تھا کہ میں نے اخلاقیات پر اتنی کتابیں لکھی ہیں، اتنے لیکچر دیے ہیں اور فلسفہ و اخلاق پر اس قدر تحقیق کی ہے پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ میں مکارمِ اخلاق کا عامل (عمل کرنے والا) نہیں۔ جب یہ خط حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کو ملا محفل جمی ہوئی تھی۔ آپؒ نے وہ سارا خط پڑھ کر حاضرین کو سنایا اور فرمایا:

"من نگفته ام که بو علی مکارم اخلاق نداند ولے بگفته ام که او مکارم اخلاق ندارد"

یعنی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ بوعلی اچھے اخلاق کا عالم نہیں ہے، میں نے تو کہا تھا کہ وہ مکارم اخلاق کا عامل نہیں ہے۔

یہ ہے حقیقتِ علم جسے ایک عارفِ حق نے بڑی حکمت کے ساتھ واضح فرمایا۔ مسئلہ حرف کا نہیں ہوتا اس کے صرف جامہ کا ہوتا ہے، سوال اچھے تلفظ کا نہیں، لفظ کے تقدس کا ہے اور بات محض عالم کہلانے کی نہیں بلکہ عمل پہنانے کی ہے۔ ہمارے مخدوم و محترم جناب ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم نے روحانیت اور تصوف کے حوالے سے صرف حروف نہیں معارف سمجھائے ہیں، صرف نقوش نہیں حقائق سے آگاہ فرمایا ہے۔ انھوں نے اچھے تلفظ کی بجائے الفاظ کے تقدس کو ملحوظ رکھا ہے۔ وہ عالم ہونے کے مدعی نہیں، عمل پہنانے کے داعی ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کو اس قدر عظیم، انقلابی اور مؤثر تحریر پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جو ڈاکٹر صاحب کے لئے صدقۂ جاریہ اور خود میرے لئے اور قارئین کے لئے عملِ صالح کی انگیخت کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

تقریظ

حضرت علامہ محمد طفیل کوہاٹی، مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ

اہلِ تصوف پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ انہیں امتِ مسلمہ کے مسائل سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ معاشرہ کے صحیح اور غلط رجحانات پر عمیق اور حقیقت پسندانہ نظر رکھتے ہیں۔ ان کو اپنے دور کے مسلمانوں کی ذہنی پریشانی اور طلب و جستجو کی بھی فکر رہتی ہے۔ اس لئے سلاسل تصوف سے ہر دور میں ایسی جامع تحریریں (comprehensive writings) منظر عام پر آتی رہی ہیں جن سے عقیدہ و نظریہ کی درستگی اور اصلاحِ اعمال و اخلاق کا بڑا کافی شافی کام لیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں پہلا مؤثر قدم حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ھ) کا ہے جن کی لازوال تصنیف ''احیاء علوم الدین'' کو طالبین کی اصلاح کے لئے ایک اتالیق (تربیت کرنے والا استاد) کا درجہ ملا۔ اس کتاب نے عقائد و اعمال اور تزکیۂ نفس کے اصول و فروع اور باطنی تربیت کے حصول کے طرق پر بحث کی اور اپنی وعدہ و وعید، حکیمانہ وعظ و پند اور سوز و گداز پیدا کرنے والی حکایات سے انقلاب برپا کیا۔ پوری امت نے اسے تلقی بالقبول بخشا (ہاتھوں ہاتھ لیا) حتیٰ کہ علامہ ابن جوزیؒ اور امام ابن تیمیہؒ جیسے ناقدین نے بھی اس کی افادیت اور قدر و قیمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ بقول ابوالحسن علی ندویؒ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صحاح ستہ (حدیث کی چھ مستند کتابیں) اور چند دینی کتابوں کے استثناء کے ساتھ اس درجہ قبولیت، شہرت اور مرجعیت کسی اور کتاب کو نہ مل سکی۔

امام غزالیؒ کے بعد تصنیفی اعتبار سے تصوف میں راسخ ترین شخصیت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہو گزری ہے۔ آپ نے تصوف کی حقیقت، جو تم ہائے

زمانہ کے باعث دبیز (موٹے) پردوں تلے چھپ گئی تھی، کو نہ صرف آشکارا (ظاہر) کیا بلکہ اس میں تجدید وتہذیب (نئے سرے سے مرتب کرنا) اور تصحیح و تنقیح (درست کرنا، واضح کرنا) کا گراں قدر کارنامہ سرانجام دیا۔ آپؒ نے واضح فرمایا کہ طریقت کی کوئی شق قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ ماخذِ شریعت میں مذکور اصلاح واخلاق کا نظام ہی طریقت وتصوف ہے۔ سلسلۂ تھانویہ کے مشائخ سے اللہ تعالیٰ نے فرد ومعاشرہ کی اصلاح کا جو کام لیا ہے وہ محتاج بیان نہیں، ہمارے دیار میں معارف غزالیہ کے جامع اور سلسلہ تھانویہ کا العروۃ الوثقی (مضبوط کڑا) حضرت سیدی ومرشدی، ملجائی و مولائی ڈاکٹر فدا محمد صاحب عمت فیوضہم کی ذات گرامی ہے، آپ اپنے سلف کے طریق پر اصلاح و ارشاد کے لئے قلمی کاوشوں کو بروئے کار لاتے ہیں جن سے ایک خلقِ کثیر مستفید ہو رہی ہے۔

حضرت تھانویؒ کا کمال یہ تھا کہ آپ نے حقائقِ تصوف کی تسہیل کر کے ان کو اقرب الی الفہم بنایا۔ اس سلسلہ کے "خلف" میں ہمارے حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال بخشا ہے کہ حقائقِ تصوف کی تسہیل میں نصوصِ شرعیہ کو اصل بنا کر تمثیل وتشریح میں بعض اوقات طبی فنون کے نا قابلِ انکار حقائق سے بھی کام لیتے ہیں۔ چونکہ آپ کے مسترشدین میں سے ایک کثیر تعداد میڈیکل سائنس سے وابستہ حضرات کی ہے، پھر ہر زمانے کا ایک مزاج ومذاق ہوتا ہے، اس لئے اس کے موافق تمثیلات سے مقاصد شریعت اقرب الی الفہم (سمجھنے کے قریب) ہو جاتے ہیں۔ آج امت کا ایک طبقہ تصوف سے بدکتا ہے اور آج کا دینی ذہن اور تعلیم یافتہ نوجوان مغرب کے سیاسی فلسفوں، اجتماعی واقتصادی نظاموں اور زندگی ومعاشرہ کی تنظیم جدید کے طریقوں سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس طرزِ اصلاح اور مقاصدِ تصوف کے بیان سے ان لوگوں کے لئے بھی انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ہمارے حضرت کی ایک انوکھی والبیلی تصنیف "اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات" اسی طرز کی آئینہ دار ہے۔ حضرتِ اقدس نے اس میں حقیقتِ انسان یعنی روح، نفس، عقل اور قلب کے حقائق کو شرعی ماخذ پر طبی روشنی ڈال کر پیش کیا ہے۔ اس سے ان تمام باطنی اداروں کی کارکردگی، متعلقات، امراض اور ان کا علاج وغیرہ مباحث انتہائی سہل انداز میں سامنے آگئی ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے بندہ پر بہت سے نادر نکات کھلے خصوصاً یہ کہ قلب کی حقیقت روحانی ہے اور یہ مادی مضغہ

محض کارکردگی کا محل ہے جس پر مجازاً قلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ کتاب میں رذائل خصوصاً شہوت کے نمو اور ارتقاء پر طبی اصولوں کی روشنی میں ایسی بحث ہوئی ہے کہ غالباً آج تک اس سے تصوف کا تحریری ذخیرہ خالی ہی ہوگا۔ چونکہ عالمِ دنیا میں جسم اصل اور روح تابع ہے اس لئے انسان کی مادی حیثیت غالب رہتی ہے جو انسان کو روحانی تقاضوں سے غافل رکھ کر مادیت کی اندھیر نگری میں دھکیلتی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے تدریجاً انسان کی حقیقتِ روحانی کا ادراک ورسوخ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ بات واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ انسان کی حقیقی فلاح وتعمیر میں اس کے مادی حاصلات کا نہیں بلکہ سوچ فکر اور عقل وقلب کی ایجابی و عملی (Practical) کارکردگی کا دخل ہے اور سوچ فکر کی پامالی اور عقل و قلب کی منفی روش ہی دراصل حقیقتِ انسان کی پامالی ہے اگرچہ صورتِ انسان باقی رہے۔ کتاب کے مطالعہ سے امہاتِ رذائل (شہوت، حبِ جاہ و مال) کے حقائق، مفاسد اور علاج سے بھی بخوبی واقفیت ہو جاتی ہے اور تعمیر شخصیت کے جملہ پہلو بھی ہاتھ آ جاتے ہیں، فللّٰہ الحمد. یہ ایک میری طرح مبتدی طالب علم کی اس گراں قدر علمی تحفہ سے سطحی قسم کے استفادہ کی داستان ہے۔ اس کا حقیقی مزہ تو اہلِ علم ہی لوٹ سکتے ہیں۔

اس کتاب کا دوسرا اور حقیقی پہلو اس کی تاثیر ہے جو اہلِ دل کی تحریروں کا اصل، مغز اور خاصہ ہوا کرتی ہے۔ ان کی سادہ سی چند سطریں بھی قلب وجگر چیرنے کے حالات بنا دیتی ہیں۔ ان میں طلاطم پیدا کر کے ان کی کایا پلٹ دیتی ہیں اور انسان کو اپنے صبح وشام اور اعمال وافعال کے احتساب پر مجبور کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ جب تحقیق واستناد، قرآن وسنت سے کامل مطابقت اور مشاہداتی وتجرباتی دلائل کی روشنی بھی آ ملے اور قلب کا سوز وگداز، ملت کا غم ودرد، اس کی فلاح کی تڑپ اور اصلاح کا جوش وولولہ بھی قلم کو مہمیز بخشے تو نشہ دو آتشہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا کیف وسرور پڑھنے والا ہی محسوس کرتا ہے۔ یہی اس کتاب کی اصل متاع ہے۔ چاہئے کہ نونہالانِ اسلام کو سب سے پہلے اس کی تلقین کی جائے اور اہلِ نظر ودانش اصلاح وارشاد کی مہمات میں اس سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کی اس کاوش کو قبول فرما کر تمام سلسلہ والوں کی نجات کا باعث بنائیں اور امتِ مسلمہ کو اس کے فیوضات وانوارات سے بہرہ مند فرمائیں۔ آمِین بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن.

تبصرہ

پروفیسر ڈاکٹر ناصرالدین اعظم خان صاحب

سابق پروفیسر میڈیسن و پرنسپل خیبر میڈیکل کالج پشاور

اعزازی معالج صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان

محترم ڈاکٹر فدا محمد والسلام۔ سلامت باشد

آپ کی تازہ تصنیف ''اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات'' کو میں نے پڑھا اور پھر پڑھا۔ جواہرات سے بھرا سمندر ہے جو آپ نے ارسال کیا ہے۔ گوشت پوست فانی ہے۔ روح دائمی ہے۔ روح کا دائرہ کار سوچ ہے۔ سوچ ہے تو انسان ہے۔ انسان کی تخلیق سے اس کے ارتقاء تک آپ نے جو تحقیق کی ہے بڑی قابل صد تعریف ہے۔ بینائی کا جو تعلق بصیرت سے ہے آپ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خوب نوازا ہے۔

اس کتاب کی جتنا بھی ہو سکے اشاعت کریں۔ میری دعا ہے۔ آپ کو اس کا اجر ملتا رہے گا۔

والسلام

ناصر

۲۰ نومبر ۲۰۱۴ء

تبصرہ

پروفیسر ڈاکٹر نثار محمد، صدر شعبۂ اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے، جسم اور روح۔ جسم مادی ہے اور روح امر ربی۔ مادی جسم کی ضروریات کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بے شمار نعمتیں نہایت وافر مقدار میں پیدا کی ہوئی ہیں۔ سانس لینے کیلئے آکسیجن کے ان گنت قدرتی پلانٹ لگائے تا کہ انسان کو سانس لینے میں دشواری نہ ہو۔ غذائی ضروریات پوری کرنے کے لئے زمین کے اندر روئیدگی کی ایسی قوت پیدا کر دی کہ انسانی ضروریات سے زیادہ غذائی مواد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

دوسری طرف روح کی غذا کا بھی بندوبست کیا اور انبیاء کرام کا ایک سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کر کے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تک چلایا۔ انبیاء کے بعد ان کے متبعین، اولیاء، اتقیاء، صلحاء اور علماء کو روحانی غذا کے ذرائع بنا کر انسانوں کے قلوب پر محنت کرنے کی ذمہ داری ڈال دی۔ کیونکہ روحانی دنیا میں "قلب" کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (الاعراف: ۱۷۹) ترجمہ: "ان کے دل ہیں لیکن تفقہ (سوچ سمجھ) سے عاری ہیں۔" دوسری طرف نبی اکرم ﷺ نے قلب کی اہمیت کی طرف ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان) "ترجمہ: سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو تو پورا نظام بدن ٹھیک ہوتا ہے۔ اور جب اس میں بگاڑ آ جائے تو پورا نظام بدن بگڑ جاتا ہے۔ سنو! وہ گوشت کا ٹکڑا "دل" ہے۔" ایک طرف عقل کے بل بوتے پر مادی اعتبار سے انسانی جسم (جس کو قرآن نے نفس کا نام دیا ہے) نے خلاؤں کو عبور کر کے چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈالیں تو دوسری طرف روحانی اعتبار سے اتنی ترقی کر لی کہ صاحب کشف بنا۔ ایسے ہی روحانی اعتبار سے ترقی یافتہ انسانوں کے

بارے میں مشہور شاعر رحمٰن بابا نے کیا خوب کہا ہے:

چہ پہ یو قدم تر عرشہ پورے رسی

ما لیدلے دی رفتار د درویشانو

ترجمہ: ایک قدم میں فرش سے عرش تک پہنچتے ہیں۔ میں نے ایسے درویشوں (صاحبان دل) کی رفتار کو دیکھا ہے۔

نفس کیا ہے؟ عقل کس چیز کا نام ہے؟ سوچ کے فوارے کہاں سے، کیوں، جس وقت اور کیسے پھوٹتے ہیں؟ نفس قوت شہوانیہ کے زیر اثر بہیمیت کا شکار کب، کیوں اور کیسے ہوتا ہے؟ ملکوتی صفات کو کیسے پنپنے کا موقع ملتا ہے وغیرہ۔ اس قسم کے بے شمار پیچیدہ سوالات کے جوابات زیر نظر کتاب میں مصنف نے نہایت وضاحت کے ساتھ تصوف اور جدید میڈیکل سائنس کی روشنی میں دینے کی کوشش کی ہے۔ صاحب کتاب جناب ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب سے میرا تعلق ۱۹۷۷ء کے زمانہ طالبعلمی سے ہے جب میں اسلامیہ کالج پشاور میں سال اول کا طالب علم تھا اور گاہے بگاہے حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ملاقات ہوتی تھی۔ اس کے بعد جب خیبر میڈیکل کالج پشاور میں میری تقرری اسلامیات کے لیکچرر کی حیثیت سے ہوئی تو ڈاکٹر صاحب سے تعلق اور بھی مضبوط ہوا جو تا حال قائم ہے۔

ڈاکٹر فدا محمد صاحب تصوف میں جناب حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عرصہ دراز تک خیبر میڈیکل کالج پشاور میں شعبۂ تشریح الاعضاء (Anatomy) کے استاد رہے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں لائنوں کے اسرار و رموز سے بخوبی آشنا ہیں اور ڈاکٹر صاحب کی یہ جھلک کتاب میں نمایاں نظر آتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ جناب ڈاکٹر فدا صاحب کی یہ علمی کاوش قارئین کی معلومات میں نہ صرف اضافے کا باعث بنے گی بلکہ ان موضوعات پر کام کرنے والوں کے لئے ایک مشعل راہ بھی ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب ڈاکٹر فدا صاحب کی اس تحقیقی کاوش کو ان کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنا دے اور خلق خدا کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ امین یا رب العالمین۔

تبصرہ

پروفیسر ڈاکٹر ارم ارشاد بخاری صاحبہ (پی ایچ ڈی سائیکالوجی)
چیئرپرسن شعبۂ نفسیات پشاور یونیورسٹی

محترم پروفیسر ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات'' پر تبصرہ میرے لئے فخر کی بات ہے۔ اس کو پڑھ مسرت و اطمینان حاصل ہوا کیونکہ اس کی ضرورت تمام لوگوں خصوصاً ماہرین نفسیات، معالجین، اساتذہ اور بالعموم نفسیات کے طلبہ کو ہے۔ نفسیات کی بیشتر کتب مغرب سے آتی ہیں جن میں ان کے اپنے نظریات کا پرچار ہوتا ہے اور نفسیات کے طالب علم ہمیشہ اس مخمصے کا شکار رہتے ہیں کہ جنسی توانائی کا شخصیت کی نشو و نما میں کیا کردار ہے اور اسلام اس کی کیا وضاحت پیش کرتا ہے۔ آپ کی کتاب میں ان تمام مسائل کو سائنسی اور اسلامی زاویوں سے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور عام زندگی سے مثالیں دے کر اس کو دلچسپ اور آسان بنا دیا گیا ہے جس کی وجہ سے عام قاری بھی بھرپور استفادہ کر سکتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کے حوالہ جات (References) نے اس کتاب کو ایک مستند (Authentic) دستاویز بنا دیا ہے۔ سائنسی ماہرین اور نوجوان نسل اس کو نہ صرف اپنی راہ نمائی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں بلکہ اعتماد کے ساتھ اپنی تحقیق (Research) میں بطور حوالہ (Reference) بھی دے سکتے ہیں۔

میں آپ کو اتنی مفید کتاب لکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ یہ کتاب تمام لائبریریوں کی زینت بنے۔

دعا گو

۲۹ نومبر ۲۰۱۴ء پروفیسر ڈاکٹر ارم ارشاد

تبصرہ

ڈاکٹر رومانہ زیب صاحبہ (پی ایچ ڈی سائیکالوجی)
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ نفسیات پشاور یونیورسٹی

آج کل کے مادیت پرست دور میں جہاں انسان کو صرف ایک خودکار مشین کا درجہ دے دیا گیا ہے، کتاب "اسلامی تصوف، میڈیکل سائنس اور نفسیات" اس فکر کو اجاگر کرتی ہے کہ عقل وہ مرکز ہے جو انسان کو باقی مخلوقات سے ممتاز بناتا ہے۔ انسانوں کی موجودہ مادیت پرستی میں نفسیات دانوں کے افکار کا بڑا عمل دخل ہے۔ ۱۹۲۰ء کی دہائی میں کرداریت (Behaviourism) کی مقبولیت نے انسان کو صرف عمل (Stimulus) اور ردِعمل (Response) کے ڈھانچے میں ڈھال دیا۔ جبکہ سگمنڈ فرائیڈ نے انسان کے منفی رخ کو اس کے مثبت رخ پر فوقیت دی جس کی وجہ سے مغربی دنیا میں انسان اور خودکار مشین کے درمیان بہت تھوڑا فرق رہ گیا۔ بعد میں آنے والے نفسیات دانوں نے اس منفی تبدیلی کو جلد ہی محسوس کرلیا اور "انسانیت پسندی" (Humanistic Perspective) اور "وجودیت" (Existential Perspective) کا ظہور ہوا اور انسان کو ایک لیبارٹری کے چوہے (Guinae Pig) کی بجائے ایک سوچ سمجھ والا اور اپنے کردار کی ذمہ دار مخلوق تصور کیا گیا۔ اس کے باوجود بھی مغربی سوچ کے تحت ان افکار میں دین اور خدا کے تصور کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ ہاں انسان کو البتہ پہلے سے بہتر درجہ حاصل ہوگیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کی روحانی بیماریوں کے اسباب کا ذکر آج سے کئی سو سال پہلے کیا تھا لیکن نفسیات دانوں نے ان کے علم سے استفادہ نہ کیا اور اسے فراموش کردیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی کتاب سائنسی اور روحانی علم کا ایک بہترین امتزاج ہے۔ سائنس کے شیدائیوں کے لئے اس میں سائنسی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو روحانی یا غیر مرئی

حالات کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے جہاں علم افعال (Physiology) کے اصول بھی درج کئے گئے ہیں اور ان سے کون سے ذہنی عوامل وقوع پذیر ہوتے ہیں انھیں بھی بہترین انداز سے مربوط کیا گیا ہے۔ انسان، جس کا وجود سوچ اور فکر کے لئے کیا گیا ہے اور جو اس ہوشربا دنیا میں اپنا اصل مقصد فراموش کر چکا ہے، اس کتاب کو پڑھ کر یہ جان لے گا کہ ہمارے بظاہر اختیاری نظر آنے والے حالات اختیاری نہیں ہوتے اور غیر اختیاری نظر آنے والے اصل میں اختیاری ہوتے ہیں۔ ایک ماہر نفسیات کا خیال ہے کہ

There is a difference between "I won't" and "I can't".

دراصل جو کام ہم نہیں کرنا چاہتے اس کے لئے ہم یہ جواز دیتے ہیں کہ یہ ہمارے بس سے باہر ہیں۔ دراصل وہ ہماری مرضی کے خلاف ہوتے ہیں اس لئے ہم یہ عذر پیش کر دیتے ہیں۔ آج مغربی دنیا دوبارہ سے انسان کی زندگی میں دین کی حیثیت کو تسلیم کر رہی ہے اور Psychology and Religion کو امریکن سائیکالوجیکل ایسوسی ایشن میں ایک علیحدہ درجہ دے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور لوگوں کے سینوں کے تالے کھولنے میں مؤثر کرے۔

ڈاکٹر رومانہ زیب

شعبۂ نفسیات پشاور یونیورسٹی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

انسان روح اور بدن کا مجموعہ:

انسان روح اور بدن کا مجموعہ ہے۔ بدن مختلف طریقوں سے اجزائے زمین سے بنا ہوا ہے۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تو باقاعدہ مٹی کے پتلے کی شکل میں بنائے گئے جس کے بارے میں قرآن کی واضح آیات میں نشاندہی کی گئی ہے۔ پھر ان کے پتلے میں روح پھونکی گئی جس سے وہ زندہ ہوئے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْن. (الحجر:۲۶)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سَاجِدِيْن. (الحجر:۲۹)

ترجمہ: پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے، تو گر پڑیو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے۔

موجودہ انسان جو دوسرے انسان سے پیدا ہو رہا ہے اس کے اجزاء بھی سبزی، غلہ کی شکل میں یا مویشیوں کے گوشت کی شکل میں مٹی ہی سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ مویشی بھی زمین کی گھاس پھونس کو کھا کر اجزائے بدن بناتے ہیں۔ تو گویا انسان براہ راست (Directly) یا بالواسطہ (Indirectly) زمین کی مٹی پر ہی دارومدار رکھتا ہے۔ روح ایک امرِ الٰہی ہے جس کا تعلق عالمِ بالا سے ہے۔

مادہ:

اس جگہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ مادہ تو ٹھوس، مائع اور گیس کی شکل میں موجود ہے اور اس کے وجود کو حواسِ خمسہ سے معلوم و محسوس کیا جاتا ہے۔

جواہرِ مجردہ:

مادہ کی دوسری قسم جواہرِ مجردہ ہیں جنہیں دنیائے سائنس میں توانائی (Energy) کے نام سے جانا جاتا ہے، جو بجلی، روشنی، مقناطیسی قوت وغیرہ کی شکل میں ہیں۔ ان کے وجود کا ظہور ایک دوسرے مادی وجود کا محتاج ہے۔ چنانچہ بجلی لوہے یا تانبے کے تار میں سفر کرتی ہے، بلب و قمقمے سے روشنی بن کر اور ہیٹر سے آگ بن کر ظاہر ہوتی ہے اور گرمی کی شکل میں بدن کو محسوس ہوتی ہے اور اسے جلاتی ہے۔ مقناطیس لوہے کے ذرّوں کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے وجود کا ظہور کرتا ہے، آواز کی لہریں ہوا کے ذریعے چلتی ہیں، اگر درمیان میں ہوا کا واسطہ نہ ہو تو آواز سنائی نہیں دیتی۔ غرض جواہرِ مجردہ یعنی توانائی (Energy) کو مادی اس لئے کہتے ہیں کہ دوسرے وجود کے ذریعے ظہور کرتی ہے۔ اس کو ناپنے اور جانچنے کے لیے ہمارے پاس آلے ہیں۔ چنانچہ بجلی کو Avometer اور حرارت کو تھرمامیٹر کے ذریعے ناپا جاتا ہے۔

روح

دنیائے موجودات میں اس سے زیادہ لطیف ایک اور حقیقت ہے جسے روح کہتے ہیں جو کہ ٹھوس، مائع اور گیس بھی نہیں اور توانائی کی طرح جوہرِ مجرد بھی نہیں کیونکہ اس کے محسوس کرنے اور اس کی کمیت و کیفیت (Quantity & Quality) ناپنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ جواہرِ مجردہ کی سرعت و لطافت کا یہ حال ہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے، آواز کی رفتار 1240 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ جب جواہرِ مجردہ کی سُرعت و تیزی اتنی ہے تو ان جواہرِ مجردہ سے زیادہ لطیف شے روح کی سُرعت اور لطافت کا کیا حال ہوگا۔

روح جب بدن میں آجاتی ہے تو دل، رگیں، اعصاب (Nerves) اور عضلات (Muscles) اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح بدن اور روح کا مجموعہ، انسان وجود میں آجاتا ہے۔ جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو سارے افعال رک جاتے ہیں، آنکھ کا دیکھنا، زبان کا بولنا، دل کا حرکت کرنا، کانوں کا سننا، سب بند ہو جاتے ہیں۔ انسان کے بدن میں نہ تو روح کے داخل ہونے

سے سیر، پاؤ یا رتی برابر وزن کا اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی روح کے نکل جانے سے وزن میں کوئی کمی آتی ہے۔ البتہ روح جب بدن میں موجود ہوتو انسان کے پورے بدن میں ایک برقی رو (Electric Current) چل رہی ہوتی ہے۔ اس برقی رو کو دل کی E.C.G، دماغ کی E.E.G اور عضلات اور پٹھوں (Muscles) کی E.M.G کی شکل میں نوٹ کیا جاسکتا ہے۔ اس برقی رو کی کمیت و کیفیت (Quantity & Quality) کو کاغذ پر مُشکّل (Picturize) کر کے پڑھا جاتا ہے اور اس کی کمی اور اضافے سے مختلف بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے۔

سائنسی تجربوں سے نباتات اور باقی حیوانات کی روح کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ ان کی روح دو طرح سے ظہور کر رہی ہے۔ ایک حیاتِ مجموعی (Organismal Life) جو نباتات و حیوانات کو عرصۂ دراز تک زندہ رکھتی ہے اور ایک خلیاتی زندگی (Cellular Life) جو نباتات و حیوانات کی رگِ جان کٹ جانے کے بعد بھی کچھ وقت تک رہتی ہے۔ چنانچہ سردیوں کے موسم میں سفیدہ (Poplar) وغیرہ درختوں کے جو تنے کاٹ کر گرا دئے جاتے ہیں موسمِ بہار آنے پر تنے کے اندر کی رطوبت و نمی کی وجہ سے اس کٹے تنے پر پتے اُگ آتے ہیں لیکن جب یہ تنا مکمل خشک ہو جائے تو یہ خلیاتی حیات (Cellular Life) پھر مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی سر کٹنے کے بعد انسان اور حیوانات کچھ دیر کے لیے تڑپتے ہیں جو ان کی خلیاتی حیات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل ہسپتالوں میں جب انسان کا دماغ مکمل مر جاتا ہے اور Brain Death واقع ہو جاتی ہے تو مصنوعی تنفس شروع کروا دیا جاتا ہے کیونکہ فقط مرکزِ تنفس (Respiratory Center) دماغ میں ہے جبکہ دل خودکار (Automatic) ہے، وہ بغیر دماغ کے بھی زندہ رہ سکتا ہے چنانچہ ایسے آدمی کو حیاتِ مجموعی (Organismal Life) کے انقطاع اور خاتمے کے بعد مہینوں بلکہ سالوں تک مصنوعی تنفس اور نلکی کے ذریعے معدے تک خوراک پہنچا کر زندہ رکھا جاسکتا ہے۔ انسان میں تو حیاتِ مجموعی اور حیاتِ خلیاتی کے لئے دو جدا جدا الفاظ بھی بولے جاتے ہیں چنانچہ روح و رواں بولتے ہیں۔ روح ایک چیز ہے اور رواں دوسری چیز ہے۔ روح نیند کی حالت میں علیحدہ ہو جاتی ہے جبکہ رواں بدن کے اندر رہتی ہے۔ روح کا ایک ریموٹ کنٹرول (Remote Control) رواں کے ساتھ باقی رہتا ہے اور آنکھ

کھلتے ہی روح بدن کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے گھر میں بجلی کا مین سوئچ (Main Switch) بند ہونے سے گرم تار کی بجلی منقطع ہو جاتی ہے لیکن سرد تار میں کنکشن رہتا ہے۔ جوں ہی مین سوئچ کو کھولیں آنِ واحد مین بجلی کا تعلق بحال ہو جاتا ہے۔جس طرح مشینوں کے پرانا ہونے سے اور بجلی کے تاروں کے پرانا ہونے سے ان کی سرعت اور تیزی میں فرق آتا ہے ایسے ہی انسان کے بوڑھا ہونے کے بعد بھی فرق آتا ہے۔ وہ فقراء جو روح کو معطل کرنے کا فن جانتے ہیں بتاتے ہیں کہ روح جب بدن میں واپس آتی ہے تو پہلے آنکھیں بیدار ہوتی ہیں اور سب سے آخر میں پاؤں بیدار ہوتے ہیں اسی طرح سونے کے بعد جاگتے وقت بھی ایسے ہی ہوتا ہے چنانچہ جاگنے کے فوراً بعد اگر آدمی اُٹھ کھڑا ہو تو پاؤں کے بیدار نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات لڑکھڑا سکتا ہے۔نیز آجکل کے دور میں آپریشنوں کے لئے نشہ دینے کے بعد بیدار ہونے پر یہ باتیں تجربہ میں آتی ہیں کہ آنکھیں سب سے پہلے بیدار ہوتی ہیں، پھر ہوش وحواس بحال ہوتے ہیں اور پھر ہاتھ اور پیر حرکت کرتے ہیں۔ مثانہ بہت دیر بعد بیدار ہوتا ہے چنانچہ دوسرے دن تک پیشاب بند رہنے کا خطرہ ہوتا ہے، انتڑیوں کی بیداری میں دیر ہو تو تین چار دن تک قبض رہ سکتا ہے۔غرض یہ روح کے تصور (Concept) کے مختلف پہلو ہیں۔اس سے آگے موجودات کی ایک قسم ہے جو مادہ و جوہر نہیں ہیں بلکہ توانائی سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ وہ ملائکہ ہیں جن کی سرعت وقوت بھی جواہرِ مجردہ سے زیادہ ہے۔

روح تو ساری چیزوں کو دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک عنصر (Element) کا ایک ذرّہ (Atom) اپنے عنصر یا دوسرے عنصر کے کسی ذرّے سے جب ملتا ہے تو یہ اس کی جماداتی روح (Valency) کے ذریعے ہو رہا ہوتا ہے۔لہٰذا لوہے کا ذرّہ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے تو مل رہا ہوتا ہے لیکن سونے اور چاندی سے نہیں ملتا۔ یہ ان کی روحِ جماداتی کا فرق ہے جن میں اشتراک نہیں ہے۔

ایک روح نباتاتی ہے۔روحِ نباتاتی کا تو باقاعدہ ایک طرح کا شعور ہے اور نر مادہ اجزاء کا ملنا اور امتیاز کرنا پایا جاتا ہے مثلاً مٹر کے پودے کے نر اجزاء جو مٹر کے پھول سے نکلتے ہیں وہ مٹر کے پھول کے مادہ اجزاء سے تو ملتے ہیں لیکن چنے سے نہیں ملتے۔ یہ روحِ نباتاتی کے وصل کا فرق ہے۔ اس کے بعد روحِ حیوانی ہے جو عام حیوانوں میں ہے، جس کے تحت وہ بھوک پیاس، جنسی جذبات اور

گرمی سردی کو محسوس کرتے ہیں۔ ان میں بس اتنا ہی شعور ہے کہ یہ ضروریات پوری ہوں۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی ضابطہ وغیرہ کی پابندی کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔ یہ روحِ حیوانی ہے جسے بہیمیت بھی کہا جاتا ہے۔ بہیمیت انسان اور حیوان دونوں میں مشترک ہے۔ روحِ انسانی میں بہیمیت کے ساتھ ملکیت بھی ہے (یعنی فرشتوں والی استعداد، ملکہ اور صلاحیت) اور یہ صلاحیت عقل کی وجہ سے ہے۔

روحِ انسانی جو بہیمیت اور ملکیت دونوں کا مجموعہ ہے انسان کے اندر تین اداروں کو وجود میں لاتی ہے، عقل، نفس اور قلب۔ گویا انسانی بدن روح، عقل، نفس اور قلب کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ادارے کا تعارفی تذکرہ درج ذیل ہے۔

عقل

یہ ادارہ دماغ اور اعصاب کی کارکردگی پر مشتمل ہے۔ اعصاب حواسِ خمسہ اور دیگر حواس کے ذریعے دماغ کو معلومات دیتے ہیں، ان معلومات کی روشنی میں دماغ میں موجود عقل کا ادارہ نفع و ضرر کا فیصلہ کرتا ہے اور انسان کو آگاہ کرتا ہے۔ دماغ اور اعصاب میں ایک برقی رو کام کر رہی ہے جو بدن کی سطح سے مرکزِ دماغ اور مرکزِ دماغ سے اعضائے بدن کی طرف مسلسل چلتی رہتی ہے۔ اس طرح انسان اپنے نفع و نقصان کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو استعمال کرتا رہتا ہے۔ بدن کے اس نظام کو اعصابی انضباط یا ضبطِ اعصابی (Neural Control) کہا جاتا ہے۔

نفس

ضروریات جسمانی کھانا پینا، سونا، آرام، راحت، دیکھنا، سننا، باتیں کرنا، جنسی خواہشات وغیرہ کی مختلف اعضاء میں جو اشتہا ہے اور مزے اور ذائقے ہیں ان کے ساتھ متعلقہ ادارہ "نفس" ہے، جس میں غدود اور عروق (Glands & Hormones) کا نظام شامل ہے۔ مختلف چاہتوں اور مزوں سے متعلق جو خیالات انسان کے باطن میں بذریعہ حواس داخل ہوتے ہیں، اس کے غدود (Glands) و عروق (Hormones) کے نظام کو متحرک کر کے اس کے اندر خواہشات اور ضروریات کے ساتھ

متعلقہ عروق کو غدود سے نکال کر خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ یہ عروق رگوں میں دوڑ نا شروع کر دیتے ہیں اور انسان کے اندر مختلف مزوں اور خواہشوں کو جنم دیتے ہیں۔

یہ اعضا و جوارح اور ان میں دوڑتا ہوا خون، جس میں غدود کے عروق چلتے ہیں انسان کے اندر سوچ کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز کو جنم دیتے ہیں، یہ چیز حواسِ خمسہ کے علاوہ دوسرے احساسات ہیں، جن کو حواسِ باطنی کہنا زیادہ بہتر ہوگا اور وہ بھوک، پیاس، جنسی میلان، غم، خوشی، غصہ، محبت، نفرت، عداوت، ہمدردی، دشمنی وغیرہ ہیں۔ اعضاء و جوارح اور ان میں عروق سے بھرا ہوا دوڑتا ہوا خون ہی نفس ہے اور یہ انسان کے بدن کا عروقی نظام (Humoral Control) ہے۔ عروقی نظام اور کنٹرول اپنے احساسات اور جذبات سے عقل کو متاثر کر دیتا ہے، اس کی سوچ کو بدل سکتا ہے، فیصلوں کو متاثر کر سکتا ہے، حق ناحق کے معیار میں تبدیلی لے آتا ہے اور فوائد و نقصانات سے عقل کو اندھا کر سکتا ہے چنانچہ عقل جذبات سے مغلوب ہو کر بے بس ہو جاتی ہے۔

ایک طرف عقل کی حق ناحق، صحیح غلط کی سوچ، فائدہ اور نقصان کے دلائل اور دوسری طرف نفس کے جذبات و احساسات جس میں وہ اپنی بنیادی ضروریات کھانا پینا، جنسی میلان اور ثانوی ضروریات محبت، نفرت، عداوت وغیرہ کے تحت اپنے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا ہے، جب یہ دو چیزیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اس سے باطن میں ایک فیصلہ کن ارادہ وجود میں آتا ہے، جس کے تحت انسان کے اعضاء و جوارح استعمال ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت جو فیصلہ کن ارادے کی شکل میں وجود میں آتی ہے 'قلب' کہلاتی ہے۔

قلب

لہٰذا قلب پوری شخصیت کا مرکز ہے جو عقل اور جذبہ دونوں سے مل کر وجود میں آتا ہے۔ اس کو حدیث شریف میں دل کے ساتھ متعلق کر کے بیان کیا گیا ہے اور آیات اور احادیث میں صدر و قلب (یعنی سینہ اور دل) کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں، جبکہ جدید طب و تشریح (Medicine and Anatomy) والے یہ سوال کرتے ہیں کہ سوچ، فکر اور خیال و ارادہ سے متعلق عضو تو دماغ اور

اس کے اعصاب ہیں لہٰذا خیال، سوچ اور ارادے کا مرکز تو دماغ ہونا چاہئے جبکہ شریعت ہر بات میں قلب کا تذکرہ کرتی ہے حالانکہ چار خانے والا وہ لوتھڑا تو نظامِ دورانِ خون کا مرکز ہے اور اس کو سوچ اور ارادے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو صرف بدن میں خون بھیجنے کا پمپ (Pump) ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی آدمی کے دماغ کی موت واقع ہو جاتی ہے تو تب بھی اس کا دل تھوڑی دیر حرکت کرتا رہتا ہے اور اگر مریض کو Artificial Respiration (مصنوعی تنفس) پر ڈال دیا جائے تو بغیر دماغ کے ہی اس کو زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اگر کسی کا سر کاٹ دیا جائے اور خون کا بہنا بند کر دیا جائے اور اسے مصنوعی تنفس پر ڈال دیا جائے، اس کے علاوہ غذا بذریعہ مصنوعی نالی معدے میں پہنچائی جائے اور قضائے حاجت اور پیشاب کے اخراج کا مصنوعی بندوبست کر دیا جائے تو اس شخص کو مہینوں بلکہ سالوں بغیر سر اور دماغ کے زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا دل ایک خود مختار (Autonomous) عضو ہے۔

''قلب'' تو دماغ کی سوچ اور نفس کے جذبات کے باہمی ٹکراؤ کے نتیجے میں جو آخری فیصلہ کن حال اور ارادہ بنتا ہے اس کا نام ہے۔ چنانچہ جذبات اور سوچ کی باہمی کشمکش جو انسان کے اندر لگی رہتی ہے اور چلتی رہتی ہے یہ اس کے اندر ایک مستقل نظریہ، عقیدہ، خیال، سوچ اور لائحہ عمل پکا کر کے شخصیت میں بٹھا دیتی ہے۔ شخصیت میں یہ رچی بسی حقیقت اس کا قلب ہے۔

اہلِ تصوف اور روحانیت والے لوگ جن کے قلوب روشن ہیں ان کو تو دلائل کی حاجت نہیں۔ وہ تو قلب کی حقیقت کو روزِ روشن کی طرح دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں۔ قلب پر حالات کا وارد ہونا، شرحِ صدر اور مختلف قسم کے مکاشفات اور اکثر ان کا درست ہونا اور ان کی روشنی میں مختلف کاموں میں صحیح حقیقت تک پہنچ جانا اور اس کے ذریعہ سے آخرت کے علاوہ دنیا کے بے پناہ فوائد حاصل کرنا ان کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کو مزید دلائل اور تحقیق کی حاجت نہیں ہوتی۔ عام انسانوں کی تسلی کے لیے قلب سے متعلق کچھ ایسے پہلو ہیں جن پر غور کرنے سے وہ بھی قلب کی حقیقت کو پا سکتے ہیں۔

۱۔ وہ طلباء جو بہت قابل اور ذہین ہوتے ہیں اور مطالعہ کی عادت اور شوق رکھتے ہیں اور

مطالعہ کے رَسیا ہوتے ہیں وہ واضح طور پر محسوس کرتے ہیں کہ دوران مطالعہ جب مطالعہ میں گہرا انہماک (concentration) پیدا ہو جاتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے جب دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور مطالعے والے کو یہ دھڑکن محسوس ہونا بھی شروع ہو جاتی ہے بلکہ اس کو انسان اپنے کان سے سننے لگتا ہے۔ اس وقت دماغ کی قوت فہم (سمجھنے کی قوت) بہت زیادہ ہو جاتی ہے، یہی وہ وقت ہوتا ہے جب دماغ کے ساتھ قلب بھی فکر و سوچ میں حصہ لینا شروع کر دیتا ہے۔

۲۔ کبھی خوشی کی حالت میں دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے، جسے اردو محاورے میں ''دل بلّیوں اچھلنا'' کہتے ہیں اور ڈاکٹر حضرات Tachycardia کہتے ہیں، یا غم کی حالت میں دل کی حرکت کمزور ہو کر کم ہو جاتی ہے، جسے محاورہ میں 'دل بیٹھا جارہا ہے' کہتے ہیں جس کو ڈاکٹر حضرات Bradycardia کہتے ہیں، یا سخت اضطراب (Tension) کی حالت میں آدمی اپنے اندر جلن اور درد محسوس کرتا ہے اور اسے محاورے میں ''دل کا جلنا'' کہتے ہیں۔ جدید طب کی روشنی میں پہلے دو تجربوں کا تعلق دل سے ہے جبکہ تیسرے تجربے کا تعلق معدہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلب صرف دل ہی نہیں بلکہ قلبی کیفیات کا احساس معدہ میں بھی ہوتا ہے۔ درحقیقت قلب کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایک تو گوشت کا یہی حسّی لوتھڑا ہے جسے نصوص میں 'مضغہ' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ قلب کی مادی قسم ہے۔

۲۔ دوسرا قلب حقیقی ہے جو ادراکات (Insight) کا محل ہے یعنی جس سے آدمی خوشی، غم، محبت، نفرت کی حقیقتوں کو پاتا ہے، عقائد وغیرہ کا حصول اسی قلب سے ہوتا ہے، یہ قلب جس چیز کا ادراک کرتا ہے اس کی بقاء ضروری ہے کیونکہ یہ قلب ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ کبھی فنا نہیں ہوتا۔

(خطبات حکیم الامت جلد ۸، صفحہ ۶۲۴)

لہٰذا قلب کا لفظ تو دونوں پر بولا جاتا ہے لیکن قلب حقیقی کی ماہیت مادی نہیں بلکہ روحانی ہے۔

بقائے شخصی و بقائے نوعی:

انسان جو بدن اور روح کا مجموعہ ہے اور جس کے اندر عقل، نفس اور قلب کے ادارے کام

کر رہے ہیں، اور سوچ اور جذبات کے ٹکراؤ کے نتیجے میں اس کے اندر ارادے اور افعال وجود میں آ رہے ہیں، بنیادی طور پر اس کے سامنے دو تقاضے ہیں: ایک ''بقائے شخصی'' یعنی اپنی ذات کا باقی رہنا اور دوسرا ''بقائے نوعی'' یعنی اپنی نسل کا باقی رہنا۔ انسان کی ساری زندگی ان دو تقاضوں کے گرد گھوم رہی ہے اور یہ شعوری اور لاشعوری طور پر دن رات ان ہی کی سوچ اور فکر میں سرگرم رہتا ہے۔ بقائے ذاتی کے لیے کھانے پینے، لباس، مکان، دوا دارو اور سامانِ حفاظت کی ضرورت ہے، ان تقاضوں کا احساس بھوک پیاس، سردی گرمی، درد بیماری کی شکل میں انسان محسوس کرتا ہے اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کا شدت سے جذبہ ہوتا ہے۔ بقائے نوعی یعنی نسلِ انسانی کی بقا کے لیے بالغ ہونے کے بعد جذبۂ شہوانیہ (sexual desire) انسان پر طاری ہوتا ہے جو اپنے پورا کرنے کے لیے انسان کو شدت سے پریشان کر دیتا ہے۔ انسان کے ان دونوں بقائے نوعی و بقائے شخصی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے زمین کے مادی وسائل کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ان مادی وسائل کے حاصل کرنے کا جذبہ شدت سے طاری ہوتا ہے تو سخت مقابلہ آرائی (competition) وجود میں آتی ہے۔ جب سب انسان مادی وسائل کو حاصل کرنے کی دوڑ میں مقابلہ آرائی میں پڑتے ہیں تو اس سے مخالف اور موافق گروہ وجود میں آتے ہیں اور ایک تیسرا جذبہ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کا انسانوں میں جنم لیتا ہے (یعنی فوائد کو حاصل کرنا اور نقصانات سے بچنا)، اس کے تحت انسانوں کا اپنی ذات اور گروہ کو مضبوط کرنا، دوسروں سے آگے بڑھنا اور بڑا بننے کا جذبہ یا جذبۂ جاہ وجود میں آتا ہے چنانچہ مخالف کو کمزور کرنا اور دبانا، اس طرح کے کام آدمی کرنے لگتا ہے۔ انسان کے ان جذبات کے تحت مفادات کے حصول اور وسائل کی تقسیم وغیرہ کے لیے انتظامی اور حکومتی اداروں کی ضرورت پڑتی ہے اور اس طرح اجتماعی زندگی وجود میں آتی ہے جس میں بقائے شخصی اور بقائے نوعی کے لئے مادی وسائل کے حصول اور تقسیم کے اصول سامنے آتے ہیں۔

بقائے شخصی و بقائے نوعی کے تقاضے:

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ بدن اور روح کے مجموعے 'انسان' کے اندر بقائے نوعی اور

بقائے شخصی کے لیے تین تقاضے رکھے گئے ہیں۔

۱۔ بھوک پیاس کے احساس کیلئے باقاعدہ اس کے بدن میں عروق (Secretions) بصورت ہارمونز (Hormones) اور اِنزائمز (Enzymes) کے تیار ہوتے اور خون میں نکلتے ہیں۔

۲۔ جذباتِ شہوانیہ (Sex) کے لئے اس جذبے کے مخصوص غدود (Glands) اپنے عروق بصورت ہارمونز Testosterone (مردانہ ہارمون) اور Progesterone and Estrogen (زنانہ ہارمون) تیار کرتے ہیں جو انسان کے خون میں شامل ہو کر گردش شروع کر دیتے ہیں۔

۳۔ مسابقت اور مقابلہ آرائی کے لیے قوتِ غضبیہ کے ہارمونز Adrenaline اور Noradrenaline وغیرہ نکلتے ہیں۔

مذکورہ بالا تین جذبات عقل کے ساتھ مل کر ارادوں کو وجود بخشتے ہیں اور اس سے انسانی افعال (Actions) وجود میں آتے ہیں۔

انسان کا یہ استعمال یا تو بغیر کسی ضابطے اور اصول کے ہوتا ہے، جس میں صرف اپنے تقاضوں کا پورا ہونا اور جذبات کا اطمینان ہی پیشِ نظر ہوتا ہے، ایک طریقہ کسی انسانی بنائے ہوئے ضابطے کے تحت اس میں لگنا ہے اور ایک طریقہ روحانی اور آسمانی راہنمائی جو خالقِ حقیقی اور پیدا کرنے والے کی طرف سے ہے اس کی روشنی میں اس میں لگنا ہے۔

بقائے ذاتی و بقائے نوعی کے لیے انسان کے سامنے تین چیزوں کا حصول ہوتا ہے۔ دولت (زر)، عورت (زن)، اور جائیداد (زمین) ان کے حصول کیلئے انسانوں میں مسابقت (competition) ہوتی ہے جس کے تحت انسان ذاتی و گروہی برتری کے حصول میں لگ جاتے ہیں چنانچہ جذبہ جاہ یعنی بڑا بننا اور شہرت حاصل کرنا ان کا مقصد بن جاتا ہے۔

ذاتی اور دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطے عموماً ان چیزوں کے حصول میں جلد بازی سے مختصر راستہ (short cut) تلاش کرتے ہیں اور ظاہری طور پر آسان ترتیب کو سامنے لاتے ہیں۔ چنانچہ انسان سچ کے مقابلے میں جھوٹ اور انصاف کے مقابلے میں ظلم کو آسان اور مختصر راستہ سمجھ لیتا ہے۔ مندرجہ بالا مقاصد کے حاصل کرنے میں جھوٹ اور ظلم کی ترتیب پر چلنے سے انسان کا

دوسرے انسان سے ٹکراؤ آ جاتا ہے جس کے نتیجے میں حسد، لالچ، کینہ، ریا، کبر وغیرہ، رذائل اس کی شخصیت میں بھر جاتے ہیں۔ عالمی سطح پر یہ ترتیب ہر دور میں موجود اور چالو رہی ہے اور جاہلیت کے نظام نے اس کی خوب سرپرستی کی ہے۔ اسی نظام سے نمرود، فرعون، ہامان، ہٹلر اور بُش جیسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جو کہ حسد، لالچ، کینہ اور ظلم وعدوان کے بڑے بڑے ستون شمار ہوتے ہیں۔ گویا بقائے ذاتی اور بقائے نوعی کے لیے وسائلِ دنیا کے حصول میں اپنے اور دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں کے تحت لگنے سے کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا اور ظلم وعدوان وجود میں آتے ہیں۔ جس طرح کسی زمین کو بالکل نظر انداز کر کے چھوڑ دیا جائے تو اس میں جھاڑیاں کانٹے اور گھاس پھونس خود ہی اُگ آتے ہیں اور سانپ، بچھو کی پناہ گاہ بن جاتی ہے اسی طرح آسمانی ہدایت کے بغیر چلنے سے یہ رذائل ایک جاہلیت کے نظام کو چالو کر دیتے ہیں اور عام انسان اس کو شاہراہ سمجھتے ہوئے اس پر چلنا شروع کر دیتے ہیں اور رذائل کے ساتھ سمجھوتہ (compromise) کر کے اپنے مسائل ان راستوں سے حل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں رہتا کہ اس کے مقابلے میں حق، سچ، ہمدردی، انصاف، اخلاص اور تواضع کا فضائل والا راستہ بھی ہے جو کہ بہت واضح، آسان اور سکھ اور سکون دلانے والا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین جب اس راستے کو وجود میں لانے کی محنت اور تگ ودو شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے جاہلیت والا نظام اور اس کے اساطین (Pillars) ہی ٹکراؤ کرتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی سرداری اور برتری ختم ہوتی نظر آتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاہراہ کا پل ٹوٹ جائے اور ٹریفک کو چالو کرنے کے لئے پل کے ساتھ متبادل راستہ (Diversion) بنا کر گاڑیوں کو اس پر چلایا جائے اور لوگ اسی کو مسئلے کا حل سمجھ لیں اور کچھ عرصہ بعد بھول ہی جائیں کہ یہاں کبھی ایک پل ہوا کرتا تھا جس پر سے گاڑیاں آسانی سے گزر جاتی تھیں۔ اس اثناء میں کوئی اس پل کو دوبارہ بنانے کے لیے کام شروع کر دے اور کھدائی کرنے لگے اور مزدور ٹھیکہ دار سب دھوپ میں پسینہ پسینہ ہو کر کام کر رہے ہوں تو متبادل راستے پر چلنے والے یہ سمجھنے لگیں کہ یہ بیوقوف ہیں اور مفت میں پریشان ہو رہے ہیں اور اگر وہ ٹھیکہ دار تعمیر کے لئے اینٹ پتھر وغیرہ وہاں ڈال دے تو متبادل راستے والے اس کو اپنے لیے رکاوٹ اور تکلیف کا سبب سمجھنے

لگیں تو اس پر ان کو سمجھایا جائے گا کہ یہ تکلیف عارضی ہے اور اس کے نتیجے میں جب پل وجود میں آ جائے گا تو اس کچے راستے سے نجات مل جائے گی اور تم ایک لمحے میں بغیر تکلیف اٹھائے فراٹے بھرتے ہوئے گزر جاؤ گے۔ اس بات کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے مسئلے کا حل یہی ہے۔

گویا رذائل بغیر محنت و کوشش کے گرد و پیش کے ماحول سے خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں جبکہ فضائل کے حصول کے لیے محنت اور تگ و دو شرط ہوتی ہے۔ رذائل سے بھرے انسان اپنے لئے، اپنے گھر کے لئے بلکہ شہر، ملک اور عالم انسانیت کے لئے زحمت اور تکلیف کا سبب بنتے ہیں اور اپنی اور دوسروں کی زندگی تلخ کر دیتے ہیں۔ جبکہ فضائل سے متصف انسان اپنی ذات، گھر، شہر، ملک بلکہ پورے عالم انسانیت کے لیے رحمت بنتے ہیں اور سب کی زندگی خوشگوار بنا دیتے ہیں۔

رذائل میں سب سے پہلا رذیلہ جس سے انسان کو سابقہ پڑتا ہے وہ جذبۂ شہوانیہ (Sex) ہے۔

ا۔ جذبۂ شہوانیہ:

یہ جذبہ جو بقائے نوعی کی بنیاد ہے پہلا جذبہ ہے جس کے ساتھ بالغ ہونے کے وقت انسان کو سابقہ پڑتا ہے۔ عموماً بلوغ کا وقت وہ وقت ہوتا ہے جب لڑکے اور لڑکیاں ایک فارغ البال زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس عمر میں کمائی کی ذمہ داری والدین پر ہوتی ہے لہٰذا کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔ ان حالات میں جب جذبۂ شہوانیہ باطن میں بیدار ہوتا ہے تو مرد کو عورت اور عورت کو مرد کی طرف کشش محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آمنا سامنا ہونے کے بعد ایک دوسرے کے خیالات ان پر چھا جاتے ہیں۔

اس جذبہ کا اثر دماغ کے Higher Centers کی سوچ سے دماغ کے دوسرے حصے Hypothalamus پر آتا ہے۔ یہاں سے پہلا عروقی نظام شروع ہوتا ہے۔ یہ عروق کھوپڑی کے بالکل وسط میں دماغ کے نیچے ایک غدود (Pitutary gland) پر آتے ہیں تو پھر اس کے عروق نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ عروق مرد کے مردانہ غدود (Testicles) اور عورت کے زنانہ غدود (Ovaries) پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اس اثر کے تحت ہر دو جنسوں میں عروق شہوانیہ (sex

(hormones) نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مردوں میں مردانہ شہوانی عروق (Testostrone) اور عورتوں میں زنانہ عروق (Estrogen & Progesterone) کی شکل میں خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ہر دو قسم کے عروق (hormones) کا بدن پر اثر آتا ہے، جس کے نتیجے میں بدن کا بوھنا (Growth) تیز ہو جاتا ہے۔ بھوک میں اضافہ اور قوتِ ہضم میں تیزی آجاتی ہے، ہڈیاں، پٹھے مضبوط ہونے لگتے ہیں، قد تیزی سے بڑھتا ہے، سوچ میں پختگی اور اپنے نفع نقصان کا احساس اور اچھے برے کی تمیز شروع ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ ان عروق اور خامروں (hormones) کا بدنی، ذہنی اور نفسیاتی نشوونما پر ایک اچھا خاصا اثر آتا ہے۔ یہ اثر عورتوں میں نو سال کی عمر سے جبکہ مردوں میں تیرہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ بہر حال پندرہ سال کی عمر میں تو ضرور ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے پندرہ سال کی عمر سے شریعت انسان کی بلوغت کا اعلان کرتی ہے اور اس پر ذمہ داریاں ڈالتی ہے۔ اس تبدیلی کے آنے کے بعد انسان کے اندر مختلف قسم کے ردِعمل پیدا ہوتے ہیں۔

جذبہ شہوانیہ کے ردعمل میں نوعمروں کے تین گروہ:

۱) نوعمروں کا ایک گروہ وہ ہے جن کو باوجود بالغ ہونے کے جذباتِ شہوانیہ محسوس نہیں ہوتے۔ ان کی زندگی پُرسکون ہوتی ہے اور وہ گندگیوں میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اس گروہ کے عروق اور خامرے (Hormones) اوپر بیان کردہ فوائد یعنی قد کاٹھ اور بدن کی نشوونما میں مکمل استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان کا بدن اور ذہن پوری نشوونما حاصل کرتا ہے۔ ہڈیاں، پٹھے مضبوط اور پختہ سوچ اور رسا فکر حاصل ہوتی ہے۔ یہ عروق انسان کے چہرے پر ایک تقدس اور معصومیت (Innocence) والا حسن پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے افراد (مرد و عورت) ایک پرسکون شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور اپنے مقاصد تعلیم و تربیت نیز زندگی کی دوڑ میں کاروبار وغیرہ میں بہت آگے نکلتے ہیں۔ یہ بچے ان خاندانوں سے نکلتے ہیں جن کے والدین نے موجودہ ذرائع ابلاغ (اخبار، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ) کے زہر اور گرد و پیش کے ماحول کی خرابی سے اپنے بچوں کو بچایا ہوتا ہے، نیز ایسے غریب خاندانوں سے ہوتے ہیں جن کو بچپن سے ہی اپنے خاندان کا پیٹ پالنے کی ذمہ داریوں سے واسطہ پڑا ہوا اور ان کی

سوچ اِدھر اُدھر بھٹک ہی نہ سکی ہو۔ صالح با مقصد اور دلچسپ مطالعہ، صحت مند کھیل کود (Games) اور بچوں کی مجالس اور محفلوں کی والدین اور ذمہ داروں کے ذریعے سے مکمل نگرانی اور نوکروں وغیرہ کے ساتھ تعلق (Interaction) کی مکمل نگہداشت (keen observation) اس کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ کئی نوعمر لڑکے لڑکیوں سے جب بندہ نے پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے نوکروں اور نوکرانیوں کے ہاتھوں اچھی خاصی گندگیاں سیکھ کر تباہی کے گڑھے تک پہنچے۔

جب چند سال تک بچوں کو مسلسل نگہداشت میں رکھ لیا جائے اور ان کی عمر پندرہ سال سے بیس پچیس سال تک ہو جائے تو ذہن میں اتنی پختگی آجاتی ہے کہ جذباتِ شہوانیہ (sex) کے مضر اثرات سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲) دوسرا گروہ ان کم نصیب افراد کا ہوتا ہے جو اوپر بیان کردہ احتیاطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے جذباتِ شہوانیہ کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اس کے ذہن میں ان جذبات کو مطمئن کرنے کی فکر سوار ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس جذبہ میں کھانے، پینے اور کھیل کود سے زیادہ مزہ اور چسکا ہے، اس لیے یہ ذہن پر پوری طرح حاوی ہو جاتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق ذہن ایک وقت میں دو قسم کے خیالات نہیں سوچ سکتا، لہٰذا اس قسم کے افراد کے ذہنوں میں صالح سوچ، تعلیم و تربیت اور مستقبل کے لیے کمالات کے حصول کے خیال کے لیے جگہ ہی نہیں بچتی۔ ساری تدبیریں اور سوچیں اس جنسی بھوک کو مٹانے میں لگ جاتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ جتنا زیادہ فحاشی کو عام کرتے ہیں اتنا ہی یہ بھوک بڑھتی جاتی ہے بلکہ آگ کے شعلے کی طرح بھڑک اٹھتی ہے اور انسان کے اندر انسان کے فائدے کا اہم ادارہ عقل اس جذبہ کے نیچے دب جاتا ہے۔ وہ عقل جو مستقبل کے فوائد اور نقصانات کے فیصلے کرتی ہے اور راہنمائی کر کے انسان کو صحیح راستے پر ڈالتی ہے اس جذبے کے سامنے ماؤف ہو جاتی ہے اور انسان بالکل حیوانوں کی طرح عمل (Behave) کرنے لگتا ہے۔

کئی بچے جو بچپن میں بہت قابل، محنتی اور شریف ہوتے ہیں بلوغ کے بعد بالکل الٹے ہو جاتے ہیں اور ان کی ساری تعمیری سوچیں تخریب کی نذر ہو جاتی ہیں اور حصولِ تعلیم و تربیت کے سارے جذبے اور کوششیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، جس کی بنیادی وجہ اوپر بیان کی گئی کوتاہی ہوتی ہے۔

چنانچہ سمجھدار لوگوں سے ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جن سے معاشرہ حیران رہ جاتا ہے۔ چونکہ اس جذبہ کے لیے وسائل اور مال کی ضرورت ہوتی ہے اور کم عمری کی وجہ سے انسان مال و دولت سے محروم ہوتا ہے لہٰذا ان کے حصول کے لیے محنت و مشقت کی بجائے آسان راستہ (short cut) تلاش کرتا ہے جس کے نتیجے میں چوری چکاری اور ڈاکے وغیرہ تک کی نوبت آ جاتی ہے اور یوں اچھے بھلے آدمی جرائم پیشہ بن جاتے ہیں۔

بندہ نے اپنے پشاور یونیورسٹی اور خیبر میڈیکل کالج و کبیر میڈیکل کالج کے باون (۵۲) سالہ مخلوط تعلیمی ماحول (Co-Education) کے قیام میں کئی لوگوں کو خواب آور دوائیں کھاتے دیکھا، کئی کو نفسیاتی مریض (Psychiatric Patient) بنتے دیکھا، جبکہ خودکشیوں اور قتل مقاتلے کے واقعات بھی دیکھے اور کئی طلباء کو والدین کے اچھے خاصے پیسے ضائع کر کے اپنے مقاصد کو حاصل کیے بغیر گھروں کو واپس جاتے ہوئے دیکھا کہ ڈاکٹر نہ بن سکے۔ کئی ایک کے پھیکے چہرے، روکھی جلد، لاغر بدن، کمزور پٹھے اور نحیف ہڈیاں دیکھیں جنھوں نے بغیر بیماری کے ہی ان کو بیمار بنا دیا تھا۔ جبکہ فطری (Natural) کے علاوہ غیر فطری طریقوں (Homosexuality, Lesbianism) اور حیوانوں کے ساتھ مبتلا ہو کر سوزاک (Gonorrhea)، آتشک (Syphilis) اور جدید دور کی بیماری ایڈز (Aids) میں مبتلا ہونے کی تو آئے دن رپورٹیں آتی رہتی ہیں۔

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

۳) بندہ کے تجربہ میں ایک تیسرا گروہ بھی آیا ہے۔ یہ وہ لڑکے لڑکیاں ہوتے ہیں جو بلوغ کے بعد عروق (hormones) کے زیر اثر جذباتِ محبت و عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سیاہ آنکھوں کی جھیلوں میں ایسے ڈوبتے ہیں، گالوں کی سفیدی اور ہونٹوں کی سرخی کا ایسے شکار ہوتے ہیں اور زلفوں کی زنجیروں میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ ان کی سوچ اور فکر اسی جذبۂ محبت کے ماتحت ہو کر رہ جاتی ہے۔ چونکہ ہر دور میں یہ جذبات اور احساسات رہے ہیں اور انسانوں نے ان کو داستانوں، افسانوں اور شاعری کے دیوانوں میں بیان کیا ہے جو جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ موجودہ ایف اے اور ایف

ایس سی کے اردو نصاب کی شاعری بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ جس طرح جذبۂ شہوت عقل کو ماؤف کر کے اپنے زیرِ اثر کر لیتا ہے ایسے ہی جذبۂ عشق بھی عقل کو اپنے زیرِ اثر کر لیتا ہے اور اس کے نتیجے میں بھی تعمیری سوچ، تعلیم و تربیت اور مستقبل کے لئے حصولِ کمالات کے ارادے ختم ہو جاتے ہیں اور انسان ایک خیالی دنیا میں غرق ہو جاتا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اب مقصد کی طرف آتے ہوئے ہم سوچیں کہ قوتِ جنسیہ (sex) انسان کے بدن کا ایک اہم ادارہ (Faculty) ہے جو انسان کو بقائے نوعی (continuation of generation) کے لئے دیا گیا ہے اور اس سے متعلقہ عروق اور خامرے (hormones) اس کے بدن کی نشوونما، استعمال، بڑھوتری اور بقا کے لیے کتنے اہم ہیں۔ چنانچہ بڑھاپے میں جب یہ عروق کم ہو جاتے ہیں تو مرد اور عورت دونوں بدن کی کمزوری، ہضم میں فتور، مزاج میں چڑچڑاپن اور آخر میں ذہنی کمزوری وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عورتوں میں تو باقاعدہ (Post- Menopausal Syndrome) کے نام سے بیماری ہوتی ہے۔

جذبۂ جنسیہ کا اصل مقصد:

اسی قوتِ جنسیہ سے نسل بڑھتی ہے جس سے گھریلو اور عائلی زندگی وجود میں آتی ہے اور اجتماعی گھریلو نظام جہاں چھوٹے بچوں کی نشوونما کا ذریعہ بنتا ہے، ان کے لیے بہتر تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرتا ہے وہاں بالغ اور بڑوں کے لئے معاشرے میں زبردست سہارا، تائید (support) اور معاون ثابت ہوتا ہے نیز بوڑھوں کو بڑھاپے کے مشکل دور کو گزارنے کے لئے اپنی اولاد کی شکل میں ساتھی اور خادم دیتا ہے۔

جب اس کا استعمال بے راہ روی کا شکار ہو جائے تو گھریلو اور عائلی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ باقاعدہ ازدواجی اور گھریلو زندگی شروع کرنے کی بجائے نوجوان، جب تک کہ صحت اور پیسہ ہو،

زندگی کی چکا چوند (Glamour) سے لطف اندوز ہونے میں مگن رہتے ہیں، لیکن جونہی کسی بیماری یا حادثہ کا شکار ہوں تو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوتا، اور جوانی ختم ہوکر بڑھاپا آجائے تو ساری چکا چوند ختم۔ بے راہ روی کے نتیجے میں لوگ بچے پیدا نہیں کرتے چنانچہ آج مغرب میں گھریلو زندگی کے خاتمے کے نتیجے میں بچوں کے لئے نرسنگ ہوم اور بوڑھوں کے لئے اولڈ ہوم قائم کرنے پڑ گئے ہیں کیونکہ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ اگر ان کی ریاستوں نے اس کا بندوبست نہ کیا ہوتا اور یہ عارضی اور مصنوعی سہارے بھی نہ ہوتے تو انسان کی زندگی دکھ ہی دکھ ہوتی۔ یہ سارا نظام مادی وسائل کے زور پر وجود میں لایا گیا۔ یہ وسائل اگر مغرب کے پاس نہ ہوتے اور موجودہ بے راہ روی کی زندگی اسی طرح ہوتی تو مغرب کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

مغرب نے مسائل کا حل جنسی آزادی میں سمجھا چنانچہ انہوں نے معاشرے کو آزاد کر دیا اور سکولوں میں جنسی تربیت شروع کروادی اور معاشرہ کو ایسی بے راہ روی کا شکار کر دیا کہ الامان والحفیظ۔ چنانچہ تعلیم وتربیت کے بے پناہ وسائل کے باوجود آج ان ملکوں کو باہر کی دنیا سے ڈاکٹر، انجینئر اور مختلف شعبوں میں تربیت یافتہ (Qualified) لوگوں کو نقل مکانی (Immigration) کے ذریعہ اپنے ملکوں میں لانا پڑتا ہے کیونکہ اپنی ضرورت کے مطابق یہ لوگ مقامی تربیت یافتہ افراد مہیا نہیں کر سکتے۔ ان کے لڑکے لڑکیاں جنسی بے راہ روی کا شکار ہوکر بامقصد تربیت سے فارغ ہو چکے ہیں اور ملکی ضروریات پورا کرنے کے لیے رجالِ کار (Qualified Persons) کی کمی ہے۔ جبکہ ہمارے پاس بے روزگار ڈاکٹروں اور انجینئروں کی پوری کھیپ موجود ہے۔ بندہ کے ایک شاگرد ڈاکٹر صاحب انگلینڈ سے آئے اور بتایا کہ سال (۲۰۰۳ء) میں برطانیہ نے نرسیں فلپائن سے منگوائی ہیں کیونکہ ان کے اپنے شہریوں میں تربیت یافتہ نرسوں کا فقدان تھا۔ وجہ وہی ہے کہ ان کے نوجوان تربیت کے وقت کو جنسی بے راہ روی کے لطف میں ضائع کر کے اپنے اور اپنے ملک کے لئے تباہکاریوں کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

اسلام اور عیسائیت کا فرق:

اسلام نے نہ تو عیسائیوں کی طرح جذبۂ جنسیہ (sex) کو مکمل ناجائز کر کے رہبانیت کی

ترغیب دی ہے اور نہ ہی اس جذبہ کو بے لگام چھوڑ کر اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کے لئے اصول وضوابط حیاء، پردہ، نکاح، مہر، طلاق وغیرہ کی شکل میں مقرر کئے ہیں، جن کی وجہ سے اس سے متعلق فوائد انسان کو حاصل ہو جائیں اور اس کے غلط استعمال سے اوراوپر بیان شدہ خطرات سے محفوظ رہ سکے۔

چنانچہ اس جذبہ کے بدن پر آنے والے اثرات، اس کے نتائج اوران جذبات کی اصلاح کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہے۔ جنسِ مخالف (opposite sex) کی وجہ سے جذباتِ شہوانیہ یا جذباتِ عشقیہ کا طاری ہونا جنسِ مخالف کے ساتھ رابطہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھنا، سننا، چھونا اور سونگھنا انسان کے باطن میں ایک تصور اور خیال داخل کر دیتے ہیں۔ یہ تصور اور خیال پہلے صرف وسوسہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ وسوسہ باطن میں ایک لہر کو اچھالتا ہے جو کہ دیر پا نہیں ہوتی۔ جیسے ایک دریا مشرق سے مغرب کو بہہ رہا ہو اور ہوا کا ایک تیز جھونکا مغرب کی طرف سے آ کر اس کے پانی کی سطح کو چھوئے تو اس سے پانی کی سطح میں مغرب سے مشرق کو لہریں چل پڑیں گی لیکن سمجھدار آدمی اس بات کو جانتا ہے کہ یہ لہریں عارضی ہیں اندر سے پانی مشرق سے مغرب کو ہی بہہ رہا ہے۔ اسی طرح وسوسہ آ کر باطن کو چھو کر گزر جاتا ہے۔ چونکہ جنسی خیالات کا وسوسہ ایک چسکے اور مزے والی چیز ہے اس لئے انسان اس وسوسے کو باطن میں ٹھہرا اور جما لیتا ہے، اور پھر اس چسکے کے پیچھے خیالی طور سے چلنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی سوچ کو اس کے تعاقب میں لگا دیتا ہے۔ اب یہ وسوسہ نہ رہا بلکہ حدیثِ نفس (اختیاری خیالات کی چلنے والی مسلسل لہر) بن گیا۔ وسوسہ کے زیرِ اثر غدود (glands) سے عروق (hormones) نکلنا شروع نہیں ہوتے لیکن جب وسوسہ حدیثِ نفس بن جاتا ہے تو اس سے غدود عروق نکالنا شروع کر دیتے ہیں جو خون میں شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ عروق (hormones) جب خون میں جاری ہو کر دوڑنے لگتے ہیں تو ان کا اثر انسان کے ارادہ پر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جوں جوں عروق کی مقدار خون میں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے ارادہ پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کی عقل اور فہم مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور انسان عمل کر بیٹھتا ہے۔ حکیموں کے ہاں ایک بیماری جریان کے نام سے ہے جو کہ ہر وقت جنسی خیالات طاری رہنے اور خون میں

مسلسل جنسی ہارمونز کے شامل ہونے سے غدۂ قدامیہ (Prostate) سے عرق کے نکلتے رہنے کو کہتے ہیں، جو کہ پیشاب سے پہلے یا بعد میں، یا زیادہ ہونے کی صورت میں ہر وقت نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس عرق کے نکلنے سے صحت کو کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوتا لیکن اس کے ساتھ ایک اضطراب (Tension)، ہیجان (Anxiety) اور اضمحلال (Depression) انسان پر طاری ہو جاتے ہیں اور اس کی نیند، بھوک اور اطمینان کو مکمل متاثر کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں صحت متاثر ہو کر برباد ہو جاتی ہے۔

ایسے پختہ صوفیاء بھی ہوتے ہیں جنھیں وسوسہ بھی نہیں آتا۔ بہر حال وسوسہ آنا کمال کے خلاف نہیں ہے، کاملین کو بھی وساوس آسکتے ہیں۔ وسوسہ کا اثر باقی نہیں رہتا اور اس کے تحت غدود عروق نہیں نکالتے، جبکہ حدیثِ نفس کے تحت غدود سے عروق نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ واسعہ کے صدقے وسوسے پر پکڑ نہیں رکھی۔ حدیثِ نفس کو بھی گناہ اور معصیت کی شکل میں نہیں لکھا جاتا جب تک کہ گناہ صادر نہ ہو جائے۔ لیکن حدیثِ نفس اور ارادہ سے قلب کی صفائی اور پاکیزگی کو ضرور نقصان ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے قلب کی استعداد (Capability) میں کمی آجاتی ہے۔

جذبۂ جنسیہ، رذیلۂ شہوانیہ نہ بنے اور انسان کی تباہی کا سامان نہ ہو اس کے لئے قرآن و حدیث نے پوری راہنمائی فرمائی ہے اور شریعت نے پوری ترتیب مقرر کی ہے اور صوفیاء نے پورا نظام مرتب کیا ہے جس کے تحت اس قوت کو ایسے استعمال کیا جاتا ہے جیسے گھر میں آگ کو استعمال کیا جاتا ہے جو اگر چہ انتہائی خطرناک چیز ہے اور جان و مال کی ہلاکت کا ذریعہ بن سکتی ہے لیکن جب چولہے کے اندر جلائی جاتی ہے تو اس سے کھانا پکانا، پانی گرم کرنا اور بدن گرم کرنے کے فائدے حاصل کئے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جذبۂ جنسیہ کو رذیلۂ جنسیہ بن کر جنسی بدعملی اور بے مقصد و فانی عشق بازی سے روکنے کا سامان کیا گیا ہے تا کہ اس جذبہ کے فائدے بصورتِ بقائے نوعی اور خانگی زندگی اور سکونِ باطن کی شکل میں حاصل ہوں اور یہ جذبہ تباہی کا سامان نہ بنے۔

جذبۂ جنسیہ کے نقصانات سے بچنے کا شرعی نظام:

چنانچہ شریعتِ اسلامیہ نے اس کے لئے سب سے پہلا بندوبست پردہ کی شکل میں کیا ہے

اور محرم وغیر محرم کا نظام روشناس کرایا۔ بنیادی طور سے عورت کے گھر اور چار دیواری کے اندر رہنے کو بہتر اور افضل قرار دیا گیا اور عورت کے ذمے اجتماعی اعمال جیسے نماز با جماعت، جنازہ، جہاد اور خدمت خلق کے دوسرے کاموں کو فرض اور واجب کے درجہ میں نہیں رکھا۔ لیکن بشری ضروریات اور تقاضوں کی وجہ سے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے اور اس کے لئے حدود و قیود اور ضابطے مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک پردہ وہ ہے جو گھر سے باہر کے ماحول میں جانے کے لئے مقرر ہوا ہے اس کے بارے میں يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۹) کی آیت نازل ہوئی (کہ باہر نکلتے ہوئے اپنے اوپر جلباب لے کر نکلیں)، جلباب وہ بڑی چادر ہے جو سارے بدن کو مکمل ڈھانپ لے اور بدن کے ابھار وغیرہ بالکل نظر نہ آئیں اور راستہ دیکھنے کے لئے صرف ایک آنکھ کھلی رکھی جائے۔ اس کے خلاف بناؤ سنگھار کے ساتھ نکلنے کو آیت وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى. (الاحزاب:۳۳) میں روک دیا گیا کہ جاہلیت کے دور کی طرح بن ٹھن کر بناؤ سنگھار کی نمائش کرتے ہوئے نہ نکلیں۔

گھروں کے اندر رہتے ہوئے اور محرموں کے سامنے آنے کے وقت بھی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (النور:۳۱) کہ اپنے دوپٹوں اور اوڑھنیوں کو گریبان پر ڈالے رکھیں، کے حکم کی شکل میں بیان کیا گیا اور اس کے بعد آنکھ اور دل کا پردہ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (ترجمہ: وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ کو اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں۔ مومن:۱۹) کی شکل میں بیان کیا گیا۔ کہ آنکھ کو غیر محرم کی طرف شہوت کی نیت سے بدنظری سے محفوظ کرنا ہے اور دل کو خواہش اور جذبات سے پاک رکھنا ہے۔ تو گویا پردہ بدن کا، آنکھ کا اور دل کا تین درجوں میں بیان کیا گیا۔ اس کے ساتھ احادیث میں شہوت کی نیت سے چھونے، سونگھنے اور شہوت کے جذبات سے بولنے اور کلام کرنے پر بھی بحث کی گئی ہے اور ان سب باتوں کو منع کیا گیا ہے۔

عورت کے لئے پورے بدن کا چھپانا فرض کیا گیا اور مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض کیا گیا اور باقی بدن کو چھپانا سوائے چہرہ، گردن اور نصف پنڈلی سے نیچے ٹانگیں مستحب قرار دیا گیا۔ چنانچہ مردوں کے لیے بھی نماز کے دوران کہنیوں سے اوپر آستین کرنا مکروہ ہے۔ غیر محرم مرد و عورت کا تنہائی میں بیٹھنا جو موجب فساد ہے اس کو حدیث کی رو سے روکا گیا۔ عورت کا اکیلے سفر کرنا جو

اس کے لیے خطرناک ہے اوراس کی طرف بوالہوسوں کی توجہ کو کھینچ سکتا ہے منع کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ سفر میں عورت کے ساتھ محرم ہوتا کہ غیر کی توجہ اور دھیان اس کی طرف نہ لگے۔ عورت کو اگر کبھی مجبوری میں مردوں سے بات کرنی پڑے یا گھر میں کوئی مرد نہ ہونے کی صورت میں بازار سے ضروری سودا سلف لینا پڑے تو پردے میں ہو کر سخت اور کرخت لہجے میں بات کرے تا کہ اس کی طرف کسی کی طبیعت مائل نہ ہو۔ خوشبو لگا کر اور بجنے والا زیور پہن کر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ عورت کی تصاویر کی بطور اشتہار نمائش کو روکا گیا ہے۔ غرض کہ اس حیا اور پردے کے نظام سے جذبات کا برانگیختہ ہونا اور غدود (glands) کا عروق (hormones) تیار کرنا وغیرہ کو روک دیا گیا جس سے طبیعت گناہ و تباہی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو مرید امریکہ، برطانیہ و روس تعلیم کی غرض سے گئے اور اپنے خاندانوں کو ساتھ لے گئے، اپنی احتیاط کی وجہ سے ان ملکوں کی بے راہ روی کا قطعاً شکار نہیں ہوئے۔ ان ممالک کی تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے نوجوان ان کی تہذیب وثقافت کو اختیار کر کے ان کے رنگ میں رنگ جائیں اور پھر اپنے اسلامی ممالک میں واپس آ کر ان کے معصوم نمائندے (Innocent Agent) بن کر زندگی گزاریں اور اپنی تہذیب وثقافت کے ساتھ ٹکراؤ اختیار کر کے ان ممالک کے نظام کو یہاں رائج کرنے کے وکیل بن جائیں۔ ان ساتھیوں کو بعد میں Full Bright سکالرشپ (وظیفہ) پر ایک سال کے لئے دوبارہ بلایا گیا اس سفر میں بال بچوں کو ساتھ نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ جب ان افراد سے بندہ نے پوچھا تو دو نوجوانوں نے بڑے پتے کی بات بتائی۔ پروفیسر ڈاکٹر عالم خان صاحب نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب Glands اور عروق کا نظام ایک Hormonal Orchestra (گانے والا طائفہ) ہے۔ اگر یہ طائفہ اپنے آلاتِ موسیقی کو بجائے تو بجتے ہیں اور اگر نہ بجائے تو خود بخود نہیں بجتے اور یہ آلات غدود ہیں اور ان کو بجانے والا آلہ تصور اور خیال ہے۔ اگر تصور اور خیال پختہ ہو تو نہ غلط خیال آتا ہے اور نہ اس کے نتیجے میں Hormones نکلتے ہیں اور نہ اندر ہیجان پیدا کرتے ہیں، لہٰذا ہم نے مکمل سکون کا وقت گزارا ہے اور بالکل پریشان نہیں ہوئے۔

دوسرے ساتھی بندہ کے برادرِ نسبتی (Brother-In-Law) حافظ حسین احمد صاحب نے

بتایا کہ تصوف کا ایک مراقبہ پختہ کرلیا تھا جس کی وجہ سے ہر وقت اپنے باطن پر نگاہ رہتی تھی اور فانی مزوں اور جذبوں کی جگہ اس باطنی حلاوت اور مٹھاس میں مصروفیت رہتی تھی، جس کی وجہ سے فاسد خیالات گھیر ہی نہیں سکے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک بغیر شادی کے حافظ صاحب نے مکمل پاک اور عصمت وعفت والی زندگی کینیڈا جیسی جگہ میں گزاری۔

نکاح

عیسائیت کے رہبانیت والے غیر فطری (unnatural) طریقے کے مقابلے میں اسلامی شریعت میں نکاح مقرر کیا گیا جو بقائے نوعی کا بہترین طریقہ ہے اور خاندانی زندگی کے وجود میں آنے کا بہترین نظام ہے۔ جذبۂ جنسیہ کو یورپ کی طرح وقتی طور پر پورا کرنا اور کسی پابندی والے نظام کے تحت نہ ہونے کو سختی سے روکا گیا۔ آیت مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَان ۔ (مائدہ:۵) (ترجمہ: ان کے قید میں لانے کو (یعنی ساری زندگی نکاح کے بعد ایک دوسرے کا مکمل پابند ہو کر گزارنا)، نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو) میں اس کی تصریح موجود ہے۔

چونکہ جذبۂ جنسیہ کے غلط استعمال سے نسب کا خراب ہونا، میراث کے مسائل پیدا ہونا، عورت کے حصول کے لئے مقابلہ آرائی اور اس کے نتیجے میں مخالفت، مخاصمت اور قتل تک نوبت پہنچنا ایسے مفاسد ہیں کہ جن کی روک تھام کے لیے شریعت نے سخت اور پُرحکمت قانون سازی کی۔ چنانچہ قذف اور رجم کی سزائیں مقرر کی گئیں۔ رجم (سنگسار کرنا) گو شرائط کے لحاظ سے کافی سخت ہے اور یہ شاذ و نادر ہی نافذ ہوتا ہے لیکن اس کے نفاذ کا اتنا خوف اور دہشت ہے کہ اگر جنسی جذبہ کے غلط استعمال کی طرف ذہن جائے بھی تو یہ خوف سامنے آجاتا ہے اور انسان کو بے راہ روی سے روک دیتا ہے۔ قذف کسی پر بدکاری کی جھوٹی تہمت لگانے کو کہتے ہیں جسے چار آنکھوں دیکھے گواہوں سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔ اگر تہمت لگانے والا ثابت نہ کر سکے تو اسے قذف کی سزا اسی (۸۰) دُرّے لگائے جاتے ہیں۔ چنانچہ دونوں سزائیں کافی سخت ہیں لیکن ان کے نافذ کرنے کی شرائط اتنی سخت ہیں کہ یہ ایک خوف و دہشت کی صورت میں تو سامنے رہتی ہیں لیکن نفاذ ان کا کافی مشکل ہوتا ہے اور پوری ڈیڑھ

ہزار سالہ اسلامی تاریخ میں مشکل سے چند مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن و حدیث نے تقویٰ اور عفت کی خوبیاں اور ان کے حاصل ہونے پر دنیا کی برکتیں اور آخرت میں جنت کی رعنائیاں اس دلنشین انداز میں بیان کی ہیں جو طبیعت کو ان کی طرف کھینچتی ہیں، اور بے راہ روی کے نتیجے میں دنیا کی بے برکتی اور آخرت میں جہنم کی ہولنا کیوں کو ایسے خبردار کرنے والے انداز میں بیان کیا ہے کہ انسان کو چوکنا (Alert) کر دیتا ہے۔

طریقۂ تصوف میں جذبۂ جنسیہ کی اصلاح کا نظام:

اہلِ تصوف جو خیال، فکر اور قلب کی پاکیزگی کی بات کرتے ہیں ان کا جذبۂ جنسیہ کو رذیلۂ جنسیہ بننے اور جذبۂ عشقیہ بننے سے روکنے کا ایک زبردست نظام ہے۔ سب سے پہلی بات نظر کی حفاظت ہے۔ باطن میں خیالات کے داخل ہونے کا سب سے بڑا اور پہلا ذریعہ آنکھ ہے۔ آنکھ کی حفاظت قلب اور باطن کی حفاظت ہے۔ چنانچہ تانگے اور یکے کے گھوڑے اور کولہو کے بیل کو اپنے مقصد پر رکھنے کے لیے نظروں کی جبری حفاظت کروائی جاتی ہے۔ لہٰذا کولہو کے بیل کی آنکھوں پر مکمل پٹی باندھی جاتی ہے اور تانگے کے گھوڑے کے اطراف کے نظارے کو روکنے اور راستے کے درمیان پر پابند رکھنے کے لئے اس کی آنکھوں کے باہر والے حصے کی طرف چمڑے کی مضبوط پٹیاں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ ایسے ہی اہلِ تصوف نظر کی حفاظت کرواتے ہیں۔ غیر محرم پر نگاہ ڈالنا تو سخت ہیجان والی چیز ہے اہلِ تصوف تو ضروری مقصد کے علاوہ باقی چیزوں پر بھی نظر ڈالنے سے روکتے ہیں، تا کہ قلب اور دماغ کو غیر ضروری معلومات (Data) نہ ملے تا کہ وہ غیر ضروری فکر میں مصروف نہ ہوں۔

نظر کا صرف چہرے پر پڑنا جس میں آنکھیں، رخسار اور ہونٹ نظر آئیں ایک طرح کا ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس نظر سے عموماً جذبۂ عشقیہ برانگیختہ ہوتا ہے۔ اگر بالوں اور گردن پر نظر پڑ جائے تو جذبۂ جنسیہ برانگیختہ ہوتا ہے جبکہ گریبان اور سینے کے ابھار پر نظر پڑے تو جذبۂ جنسیہ شدت سے برانگیختہ ہوتا ہے اور باطن میں غدود (glands) سرعت سے خون میں عروق (hormones) ڈالنا شروع کر دیتے ہیں اور حالات بے اطمینانی اور فسق و فجور کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔

جذبۂ عشقیہ کے طاری ہونے کو صوفیاء کافی حد تک اختیاری بتاتے ہیں۔ چنانچہ نظر پڑنے سے باطن میں قلب پر تصویر آ جاتی ہے۔ اب آدمی اپنے ارادے سے اس باطن کی تصویر کو عالمِ خیال میں بار بار دیکھتا ہے تو وہ تصویر پکی ہو جاتی ہے۔ جب تنہائی میں ہوتا ہے تو قلب میں بیٹھی ہوئی تصویر پر دھیان لگاتا ہے اور ایک ایک خط و خال کو دھیان سے گزار کر لطف اور حظ و مزہ پاتا ہے۔ جس سے باطن کی سوچ، فکر اور مراقبے کی قوت اس جذبے پر لگنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر آدمی کا جذبہ بنتا ہے کہ کوئی رازدار ڈھونڈے اور اپنے اس حال کا اور دل میں جس کو بسایا ہے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا کرے۔ چنانچہ اس کا بندوبست کرتا ہے اور اگر کسی بیوقوف رازدار، چارہ ساز اور غمگسار کے ہاتھ لگ جائے تو وہ بھی اس کا ساتھ دے کر ان تذکروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور اس کی داستانِ محبت سنتا رہتا ہے۔ جس سے جذبہ اور قوی ہوتا رہتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کے جذبے کے خلاف بولے تو اس کو کوفت ہوتی ہے اور نصیحت کرنے والا اس کو برا لگتا ہے۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غمگسار ہوتا

غرض کہ یہ جذبہ محبت سے جنون کی حدوں تک بڑھ جاتا ہے اور اب مستقبل کی با مقصد فکر کی جگہ اس جذبے کو بیان کرنے والے فالتو اور فضول شعراء کے کلام لے لیتے ہیں اور برخوردار صاحب ایک سائنسدان، ڈاکٹر، انجینئر کی بجائے ایک عاشقِ نامراد بن جاتے ہیں اور مستقبل میں ملک وقوم کی خدمت نیز اپنی و خاندان کی کفالت اور پرورش کی جگہ بربادی کے سامان کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

عاشقِ نامراد کی قبر پہ تھا لکھا ہوا
جس کو ہو جان و دل عزیز وہ نہ کسی سے لگائے دل

بدنظری کا ایسا عادی ہو جانا کہ ایسے مواقع اور ایسی جگہوں پر ارادتاً جائے اور اس عمل کو اپنا مستقل مشغلہ بنا لے تو یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اگر اپنے ضروری کاموں میں چلتے پھرتے اچانک نظر پڑ جائے اور اسے انسان نہ جھکائے تو یہ گناہِ صغیرہ ہے۔ نظر کا جھکانا ارادی ہے، کوئی زور سے بدنظری کے

لیے مجبور نہیں کرتا، یہ اپنے ہی نفس کا چسکا ہوتا ہے جو اس کے لئے مجبور کرتا ہے۔ دنیا و آخرت کے لحاظ سے اس کے نقصانات اور نتائج کو دھیان میں لا لا کر اور پہلے نامرادوں کے انجام کو سوچ سوچ کر جبراً اپنی نظر کو جھکانا ہوتا ہے۔ جو آدمی غیر محرم پر پڑنے والی نظر کو جھکا دے اس کو اللہ تعالیٰ ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت (مٹھاس) کو وہ اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا عزم اور ارادہ تو کرنا ہی پڑتا ہے، نفس کی چاہتوں کے خلاف کچھ نہ کچھ تگ و دو کرنی ہی ہوتی ہے، ورنہ نفس کو بے مہار اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو یہ اپنے چسکے مزے پورے کراتے کراتے آخر ذلت اور ناکامی کے گڑھے میں گرا کر چھوڑتا ہے۔

میڈیکل کالجوں کے مخلوط تعلیم والے ماحول میں بندہ نے کئی طلباء کو عاشقِ نامراد بنتے دیکھا جن کا سکون برباد ہوا، نیند اچاٹ ہوئی، صحت گر گئی اور ذہن کی پڑھائی کی استعداد ختم ہوئی اور بعض بغیر پڑھائی اور ڈگری کے اپنے گھروں کو سدھارے۔ بعض کو فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اپنی ہم جماعت لڑکیوں کے حاصل کرنے میں مقابلہ آرائی ہو جانے سے جنگ و جدال اور قتل و قتال کے نتائج کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ سکون آور دواؤں کا استعمال، دماغی امراض میں مبتلا ہونا اور خودکشی کے افعال بندہ کی نگاہ کے سامنے سے گزرے۔ آج یورپ و امریکہ اسلامی ممالک کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ تمہارے معاشرے میں مسائل اس وجہ سے ہیں کہ تم نے جنسی جذبہ (sex) پر سخت پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لئے اس جذبے کو مغرب کی طرح کھلا چھوڑنے کی ضرورت ہے۔ حالانکہ ان کے بے مہار معاشرے میں جہاں اس جذبے کے پورا کرنے میں انسان حیوانوں سے زیادہ آزاد ہو چکے ہیں یہ بھوک زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے اور ایڈز، سیفلس، گونوریا جیسی بیماریوں کے اعداد و شمار ان میں ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ بے سکونی، دماغی امراض، طلاقیں، جرائم اور خودکشیاں ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ ۱۹۹۶ء کے امریکہ کے اعداد و شمار، جو جیلوں کے عملہ کی تربیت کرنے والے لاہور کے کالج کے پرنسپل صاحب کی زبانی بندہ نے خود سنے، مندرجہ ذیل ہیں۔

امریکہ کی کل آبادی چوبیس کروڑ، ان کے جیلوں کی تعداد آٹھ ہزار اور کل قیدی چار کروڑ۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کی آبادی بارہ کروڑ، جیلوں کی تعداد اسی اور کل قیدی اسی ہزار۔ ہر سال

چالیس لاکھ امریکی بچے میٹرک کا امتحان دیتے ہیں جن میں سے پچیس لاکھ پاس ہوتے ہیں اور پندرہ لاکھ فیل ہوتے ہیں۔ یہ پندرہ لاکھ تین سالوں کے اندر اندر مختلف جرائم کر کے جیلوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ضروریات اور خوشحالی کے اتنے زیادہ ذرائع موجود، جانوروں کی طرح جنسی آزادی اور پھر بھی مسائل اتنے زیادہ کہ ہمارے ہاں ان کے مسائل کا عشرِ عشیر (1/10) بھی نہیں ہے۔ پشاور جیل کے ایک ریٹائرڈ ملازم سے بندہ نے پوچھا کہ آزادی سے پہلے قیدی زیادہ تھے یا پاکستان بننے کے بعد زیادہ ہوئے؟ تو اس نے بتایا کہ آبادی کے تناسب سے پاکستان بننے کے بعد قیدیوں کی تعداد میں کمی ہوئی ہے۔ اگرچہ پاکستان میں مکمل شرعی نظام تاحال نافذ نہیں ہے پھر بھی بجائے انگریزوں کے مسلمانوں کی حکومت ہو جانے سے اتنا فرق پڑا ہے۔

اب اس جذبے کا صحیح استعمال جس کے تحت بقائے نوعی ہو، انسان کو راحت اور سکون حاصل ہو، مرد عورت کا اور عورت مرد کا سہارا بن کر هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷) (ترجمہ: وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی) کی عملی تفسیر ہوں، اس کے لئے صوفیاء نے زبردست نظام ترتیب دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے یہ بات تذکرہ میں آ گئی کہ چہرہ، آنکھوں، رخساروں اور ہونٹوں پر نظر پڑنے سے فوراً باطن میں قلب پر تصویر آ جاتی ہے۔ چنانچہ بیان ہوا کہ نظر کو پھیرنا اور جھکانا تو اختیاری ہے، اگرچہ بدنظری میں مزہ بہت ہے لیکن کئی مزے کے کام ہیں جن کا صحت کو نقصان ہوتا ہے، جبراً آدمی اپنے آپ کو ان سے روکتا ہے۔ ذیابیطس (Diabetes) کا مریض اپنے دل و دماغ، گردے اور اعصاب کو تباہی سے بچانے کے لیے باوجود چاہت کے میٹھی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے، جبکہ بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) کا مریض اپنے آپ کو نمک، انڈوں اور گوشت سے باوجود چاہت کے روکتا ہے۔ اگر خود کو نہ روکے تو وقتی مزہ تو مل جاتا ہے لیکن چند سال بعد ایسی معذوریوں، مجبوریوں اور تکالیف کا شکار ہوتا ہے کہ پچھتاوے کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ نظر جھکانے کے بعد بھی حساس مزاج والوں کی لوحِ قلب (دل کی تختی) پر عکس اور نقش آ جاتا ہے۔ اس کے لئے صوفیاء نے یہ ترتیب بتائی ہے کہ فوراً اپنے آپ کو متبادل خیال میں مصروف کرے کیونکہ ذہن بیک وقت دو خیال نہیں اٹھا سکتا لہٰذا نیا خیال پرانے خیال کو محو کر دیتا ہے۔ جوں ہی نظر پڑے اور دل کی

سلیٹ (لوحِ قلب) پر تصویر آئے تو متبادل خیال لایا جائے مثلاً سڑک کے کنارے چلتے ہوئے نظر پڑ گئی تو سڑک پر لگے درخت گننا شروع کردے، یہ دیکھے کہ کتنے درخت شیشم کے ہیں، کتنے شہتوت کے ہیں وغیرہ، اس طرح ذہن متبادل خیال میں لگ جاتا ہے اور تصویر محو ہو جاتی ہے۔

متبادل خیال پر دھیان جمانا اور اپنے کو متبادل مراقبے میں لگانا ایک عظیم دولت ہے اور بدنظری سے جذباتِ شہوانیہ اور خیالاتِ عشقیہ کے روکنے کا ایک انمول منتر ہے۔ تھوڑے دنوں بتکلف کرنے سے اس کی مشق ہو جاتی ہے اور یہ مشق باطل و فاسد خیالات کے محو ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ بلکہ اس مراقبے سے وہ باتیں اور خیالات جو کہ اضطراب (tension) اور اضمحلال (depression) کا ذریعہ بنتے ہیں اور وہ غم جو سوہانِ روح بن کر انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے، اس متبادل مراقبے سے ان سے جان چھڑائی جا سکتی ہے۔ بندہ کے میڈیکل کالج کے کئی طلباء جو مخلوط تعلیم کی وجہ سے خیالات کے بکھرنے سے بے خوابی (نیند نہ آنا) اور حافظہ کی کمزوری اور یکسوئی نہ ہونے (Loss of Concentration) کا شکار ہوئے ان کی بنیاد میں بدنظری، ٹیلی ویژن پر ڈش اور کیبل کے فحش پروگرام اور انٹرنیٹ کی گندی اور غلیظ سائٹ اور اس کے نتیجے میں جذباتِ شہوانیہ یا خیالاتِ عشقیہ کا شکار ہونا ہی نکلا اور ماحول بدل کر متبادل ماحول اور متبادل خیالات اختیار کرنے سے اس اندھیرے سے روشنی کی طرف نکلے، تباہی سے بچے، کامیاب ڈاکٹر بن کر اپنے لئے، خاندان کے لئے اور ملک و قوم کے لئے مفید شخصیات بنے۔

جبکہ بدنظری سے باطن میں شہوانی اور عشقی ہیجان پیدا ہونے کے نتیجے میں مزید روابط جو جذبات کو بہت برانگیختہ کرتے ہیں مثلاً تنہا ہونے کی صورت میں باطن میں خط و خال اور اَبرو، ہونٹ، رخسار کا دھیان کرتے رہنا، بے احتیاط اور بے دین شعراء کے اشعار کو گنگنانا، پھر دوستوں سے ان خط و خال اور حسن و جمال کا تذکرہ کرنا، بار بار ملنے کی کوشش کرنا، ان سب باتوں کو فی الفور سختی سے ترک کر دینے سے ان جذبات سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا زینہ بنتا ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ خود کوشش کر کے عشقِ مجازی میں مبتلا ہوا جائے، بلکہ اگر اتفاقاً کسی کا عشقِ مجازی میں مبتلا ہونے کا حادثہ ہو گیا تو یہ ایک آگ تھی جو جل پڑی جس سے وہ اپنے

آپ کو اور اپنے مستقبل کو جلانے والا تھا، اس کو صوفیاء کپڑوں، چیزوں اور مکان کی طرف بڑھنے سے روکتے ہوئے گویا چولہے میں ڈال کر مفید کاموں میں استعمال ہونے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ فی الحقیقت محبتِ طبعی جس میں سوز و گداز، رونا دھونا اور محبوب کے خط و خال وحسن و جمال کا خیال رہ رہ کر آرہا ہو اور بے قرار کر رہا ہو مقصود ہی نہیں ہے۔ شریعت میں جو محبت مقصود ہے وہ محبتِ عقلی ہے۔ محبتِ شرعی و عقلی اس کو کہتے ہیں کہ جس سے محبت ہو اس کی مرضی اور چاہت کے مطابق اپنے آپ کو بنائے، اس کے احکامات مانے اور اس کا اتباع کرے۔ مثلاً ایک آدمی محبت میں جل رہا ہے اور اشعار گا رہا ہے لیکن جب محبوب کہے کہ مجھے پانی پلا دے، کھانا کھلا دے، میرے لیے سہولت کا بندوبست کر دے تو وہ بالکل نہ کرے تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی محبت صرف زبانی جمع خرچ ہے اور اس کے نتیجے میں اس کو وفا اور اتباع حاصل نہیں ہوا، لہٰذا وہ طبعی کیفیت جو دل میں محسوس کر رہا تھا بے فائدہ ہے۔ ان دو محبتوں کو پہلے بزرگوں نے یوں بیان کیا ہے کہ مثلاً ایک آدمی پیاسا ہے اور اس کو پانی کی چاہت ہے اور اپنے اندر پیاس کو محسوس کر رہا ہے۔ یہ اس چاہت کے تحت پانی تک پہنچتا ہے اور جب پانی پیتا ہے تو اس کا مزہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے، لیکن اس کی ضرورت محض ایک گلاس پانی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک کسان و کاشتکار کو بھی فصل کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ پانی کی یہ ضرورت اسے اپنے اندر پیاس کی طرح محسوس نہیں ہوتی لیکن غلے کی مستقبل کی ضرورت کو جانتے ہوئے وہ اس پانی کی ضرورت بجائے طبیعت کے عقلاً محسوس کرتا ہے اور ایک گلاس نہیں بلکہ نہر ندی اور ٹیوب ویل کے ہزاروں گیلن پانی کا بندوبست کرتا ہے۔ پانی کے مل جانے سے اپنے اندر تو وہ کوئی مزہ محسوس نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ متعلقہ فوائد کو عقلاً جانتا ہے۔ بالکل ایسا ہی طبعی اور عقلی محبت کا فرق ہے۔

جذبۂ جنسیہ اگر مندرجہ بالا طریقوں سے قابو میں نہ آئے تو صوفیاء کثرتِ روزہ اور ترک غذائے حیوانیہ (انڈہ، گوشت، دودھ) کے ذریعے اس کا معالجہ کرتے ہیں۔ جس سے خون میں مقوی (قوت والے) اجزا کی کمی ہو جاتی ہے اور جذبۂ جنسیہ اعتدال پر آجاتا ہے۔ مہینہ میں ایامِ بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں) کے روزوں سے عام آدمی کا جذبۂ جنسیہ حدِ اعتدال پر آجاتا ہے۔ مزاج اگر

توی ہوتو ہر ہفتے میں پیراور جمعرات کے روزے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی نہ ہوتو صومِ داؤدی (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) تو بھینسے کے برابر جذبے والے کو بھی قابو کر لیتا ہے۔

سب سے آخر میں اس جذبے کو صحیح مقصد کے تحت استعمال کرتے ہوئے نکاح وشادی کے ذریعے بقائے نوعی (continuation of generation) کا بندوبست کیا گیا۔ شادی کو آسان اور سادہ رکھا گیا تا کہ وہ کم سے کم وقت میں اور کم سے کم خرچ کر کے منعقد ہو سکے۔ چنانچہ منگنی، جہیز، زیورات اور بھاری ولیمے کی پابندیاں رسومِ بد کی شکل میں معاشرہ میں مسلط کی گئی ہیں، ان کا شریعت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جذبۂ جنسیہ کو بروقت درست (Tackle) کر کے اور اس کی صحیح تربیت کر کے اس کو بامقصد تربیت میں لا کر دنیا وآخرت کی بے پناہ سہولتیں اور کامیابیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ جبکہ بے راہ روی کا شکار ہو کر دنیا وآخرت کے لحاظ سے بربادی کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ اس بحث کے بعد بھی اگر کوئی اس جذبے کی تربیت کروا کے اسے صحیح رخ پر نہ ڈالے تو اس کا اللہ ہی حافظ ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کے دئے ہوئے اختیار کو استعمال ہی نہیں کر رہا اور اپنے آپ کو سیلاب کی موجوں کے سامنے خس وخاشاک کی طرح پھینک رہا ہے اور طوفان کے آگے سوکھے پتوں کی طرح ڈال رہا ہے۔ اس کا نتیجہ نیست ونابود ہونے کے سوا اور کیا نکلے گا؟

۲۔ جذبۂ مال

انسان کے امتحان کے مضامین میں جذبۂ جنسیہ کے بعد دوسری چیز جذبۂ مال ہے۔ اس کا حصول اور خرچ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے چنانچہ جب ذرا جذبۂ جنسیہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور والدین کی صحت بڑھاپے کی طرف بڑھتی نظر آتی ہے تو انسان کو احساس ہوتا ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے تو مال کی ضرورت ہے اور اس کے لیے زراعت، صنعت، ملازمت اور تجارت کے میدان گرم ہیں اور ان گرم میدانوں میں گھس کر انسان اپنی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔ یہاں بڑی آزمائش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار اسباب ووسائل اور مال کی صورت میں کیا ہوا ہے، اپنے امرِ خاص کو ان کے پردے میں چھپایا ہوا ہے ورنہ لاتعداد نباتات، اربوں حشرات (کیڑے مکوڑے) اور کروڑوں

حیوانات کی زندگی کا بندوبست اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے کہ ان مخلوقات کو اپنی روزی اور پرورش کے لئے کسی مستقل پیشہ کی ضرورت نہیں۔ نباتات جڑ سے زمین کا پانی اور پتوں سے ہوا کی کاربن ڈائی آکسائیڈ (carbon dioxide) اور نائٹروجن گیس لے کر نشوونما پا رہے ہیں۔ حیوانات زمین میں روزی کے بکھرے ہوئے ذرائع تک اپنی قوتِ مشامہ (sense of smell) یعنی سونگھنے کی قوت کے ذریعے پہنچ جاتے ہیں۔ صرف انسان کو بطور امتحان اسباب اور پیشوں کا محتاج کیا گیا ہے۔ اس میں ہی اس کی آزمائش ہے کہ آیا ان اسباب اور پیشوں میں یہ احکامات کی روشنی اور راہنمائی میں لگتا ہے یا اس کے بغیر لگتا ہے۔

اسباب کی حیثیت اور ان پر تکیہ کا نفسیاتی اثر:

اللہ تعالیٰ کے امر کا اسباب کے پیچھے چھپا ہونا اور حالات کا اسباب سے ظاہر ہونا ایسا معمہ ہے کہ اس کی وجہ سے کیا امیر کیا غریب، کیا بادشاہ کیا فقیر، کیا لیڈر کیا دانشور سب ہی حالات کا بدلنا اسباب سے جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری بڑی غلطی یہ ہے کہ مال و اسباب کے مطلق حصول کو اپنا مقصد جانتے ہیں خواہ ظلم سے ہو خواہ انصاف سے، خواہ جھوٹ سے خواہ سچ سے۔ ان کے نزدیک چونکہ حالات کا تعلق براہ راست صرف اسباب سے ہے اس لئے اسباب ہی کا حصول نصب العین اور مطمع نظر ہوتا ہے۔ اب جو لوگ قواعد و ضوابط سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑ کر اور حق و صداقت کو چھوڑ کر مال و اسباب کے پیچھے لگتے ہیں وہ ایک طرح کے عملی کفر کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں، گویا مال کو ہی عملاً حقیقی مشکل کشا سمجھ رہے ہیں۔ اگر ان سے مناظرہ کیا جائے تو ایک درجہ میں اس بات کو مان لیتے ہیں کہ حالات مال و اسباب کے نہیں بلکہ امرِ الٰہی کے محتاج ہیں لیکن اپنے کمزور ایمان کی وجہ سے ہم اس کے حصول کے لئے ضوابط کی پابندی نہیں کرتے۔ ان لوگوں کا عمل تو خراب ہوا لیکن عقیدہ محفوظ رہ گیا۔ جبکہ ایک گروہ تو اس بات کی کوشش میں لگ جاتا ہے کہ اپنی ناقص عقل کو استعمال کر کے اور قرآن و حدیث سے دلائل لا کر اپنی ناجائز اور خراب ترتیبوں کو ہی درست ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں احادیث کی تشریحات اور سلف صالحین و ائمہ مجتہدین کی آراء کو نظر انداز

کر کے زندقہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ. (البیھقی مرسلاً، جامع الاصول مرفوعاً) (ترجمہ: دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے) کے تحت مال کے پیچھے ایسے پڑتے ہیں کہ اس کی محبت دل میں گھر کر جاتی ہے اور مال کی وجہ سے نفسیاتی مریض (Psychiatric Patient) بن جاتے ہیں۔ کئی ایسے خاندان جن میں بعض بھائی پڑھ لکھ کر اور کاروبار وغیرہ کر کے اور باہر ممالک جا کر مالدار ہو گئے جبکہ دوسرے بھائی اس تگ و دو میں پیچھے رہ گئے۔ ان پیچھے رہنے والوں کو بندہ نے نفسیاتی امراض (Psychiatric Diseases) مثلاً اضطراب (Anxiety)، اضمحلال (Depression) بلکہ مراق (Schizophrenia) میں مبتلا ہوتے دیکھا۔ یہاں پشاور کا واقعہ ہے کہ ایک کارخانہ دار نے فیکٹری لگائی، جب چالو ہو گئی تو اُس کو جھوٹی خبر ملی کہ فیکٹری میں آگ لگ گئی ہے، جس کو سنتے ہی اس کی حرکتِ قلب بند ہو گئی اور موت واقع ہو گئی۔ تو کئی ایسے حضرات مال کے کمانے اور خرچ کرنے کو اپنے لیے کڑھن، روگ اور دکھ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ مال کے مزے ان کے نوکر، اولادیں اور دوسرے لوگ اڑا رہے ہوتے ہیں اور اس کے کمانے، بچانے، سنبھالنے کی مشقت یہ جھیل رہے ہوتے ہیں اور اس کے لئے جان کھپا رہے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈیل کارنیگی کی کتاب "پریشان ہونا چھوڑیے، جینا شروع کیجئے" (How To Stop Worrying And Start Living) کا ایک مضمون پیش کرنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ یہ مشہورِ زمانہ مالدار شخص راک فیلر کی کہانی ہے جو امریکہ کا بہت بڑا سرمایہ دار گزرا ہے۔ جب پٹرولیم دریافت ہوا تھا تو سب سے پہلا پٹرولیم ادارہ "سٹینڈرڈ آئل کمپنی" ۱۸۷۰ء میں اسی نے بنایا تھا۔ اس زمانے میں اس کی ہفتہ وار آمدن چھ لاکھ ڈالر تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ سونا دس ڈالر کا تولہ ہوتا تھا۔ اس کا کھانے کا ہفتہ وار خرچہ دو ڈالر تھا کیونکہ وہ اس قدر بیماریوں میں مبتلا تھا کہ مختلف علاجوں اور پرہیزوں کے نتیجے میں اسے صرف جو کا پانی پینے کی اجازت تھی۔ اس کے کاروباری ساتھی نے محسوس کیا کہ مسلسل کام اور آرام و تفریح کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس لیے اس نے ایک پرانی کشتی کرایہ پر لی اور راک فیلر سے کہا کہ اس ہفتہ ویک اینڈ (week end) پر ہم سمندر کے کنارے جائیں گے اور کچھ وقت سیر و تفریح کریں گے۔ سیر و تفریح سے نا آشنا راک فیلر نے کہا کہ آپ تو وقت ضائع کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اگر آپ کے ایسے ہی

حالات رہے تو میں آپ کو کاروبار سے علیحدہ کر دوں گا۔

راک فیلر کا ایک دوسرا واقعہ اس سے بھی عجیب ہے۔ راک فیلر نے اپنا مال بحری جہاز کے ذریعے کسی دوسرے ملک بھیجا لیکن اس کا بیمہ (Insurance) نہیں کروایا کیونکہ انشورنس کا خرچ ۱۵۰ ڈالر تھا۔ اس رات سمندر میں طوفان آگیا۔ راک فیلر نے اپنے شریکِ کار (Partner) سے کہا کہ اس سے پہلے کہ یہ خبر مشہور ہو، چپکے سے انشورنس کروا کے آجاؤ۔ وہ انشورنس کروا آیا۔ اتنے میں اطلاع آگئی کہ جہاز تو بخیریت پہنچ گیا۔ اس ۱۵۰ ڈالر کے خرچے نے راک فیلر کو اتنی تکلیف دی کہ اسے بخار ہو گیا اور کام سے چھٹی کر کے اسے گھر جانا پڑا۔

اس طرح کے مسلسل واقعات نے راک فیلر کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا۔ اس کے سر کے بال اڑ گئے اور چہرے پر جھریاں نکل آئیں۔ وہ مختلف ڈاکٹروں اور سپیشلسٹوں سے اپنا علاج کرواتا رہا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ آخر ۵۳ سال کی عمر میں اس نے اپنے لئے میڈیکل بورڈ تشکیل کروایا جس میں ہر شعبے کے ماہرین، فزیشن، سرجن وغیرہ بیٹھے۔ انھوں نے اسے دماغی امراض کے ماہر کے حوالے کیا اور بتایا کہ اس کی بیماری ظاہری اور جسمانی نہیں ہے بلکہ نفسیاتی، دماغی اور روحانی ہے۔ دماغی امراض کے ڈاکٹر نے تشخیص کی کہ اصل بیماری مال کی بے پناہ محبت ہے۔ اس نے راک فیلر سے کہا کہ علاج سے پہلے آپ ایک سوال کا جواب دیں اور اسی جواب پر آپ کی صحت کا سارا دارومدار ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو صحت چاہئے یا مال؟ غور و فکر کے بعد اس نے جواب دیا کہ صحت چاہئے کیونکہ صحت نہ ہو تو مال کس کام کا؟ اس پر دماغی امراض کے ڈاکٹر (Psychiatrist) نے کہا کہ آپ مال کمانے کی حرص، اس کے سنبھالنے کی فکر اور اس کے خرچ کرنے میں کنجوسی کی وجہ سے سخت ذہنی دباؤ میں مبتلا ہیں اور اسی نے آپ کی جان کھالی ہے۔ ہم آپ کو اس کے کمانے اور خرچ کرنے کے کچھ اصول بتائیں گے اگر آپ نے ان پر عمل کر لیا تو آپ کی صحت بحال ہو سکتی ہے۔

۱۔ آپ اپنے کام، آرام اور تفریح کے اوقات مقرر کریں اور سختی سے ان کی پابندی کریں۔

۲۔ کام کا وقت ختم ہو جائے اور کام کی جگہ سے آپ چلے جائیں تو اپنے ملازمین اور کارندوں کو سختی سے ہدایت کریں کہ اس کے بعد کام کے بارے میں کوئی بات سننا گوارا نہیں کریں گے۔ اگر آپ کو آرام

کے وقت میں ٹیلی فون آئے کہ فلاں گودام میں آگ لگ گئی ہے تو آپ فوراً جواب میں کہیں: "بکواس بند کرو۔" (shut up) کل کام کے وقت آ کر دیکھوں گا۔ جب اس حد تک آپ اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کریں گے تو اس کی کوفت اور اذیت (agony and anxiety) آپ کے ذہن سے نکلے گی۔

۳۔ مال کے خرچ کے بارے میں آپ کو کنجوسی چھوڑنی ہوگی۔ آپ کی کنجوسی اور مال کے تجوریوں میں بھرے ہونے اور بینک میں رکھے ہونے کی وجہ سے آپ کے گردو پیش میں جو محتاج اور تکالیف میں مبتلا لوگ ہیں وہ آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ جس طرف جاتے ہیں آپ کو ہتک، نفرت اور ذلت کا ردعمل ملتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے اضطراب (Tension) میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ اپنے مال کو بینکوں میں بند رکھنے کی بجائے باہر نکالیں اور ضرورت مندوں، محتاجوں میں تقسیم کریں اور فلاحی اداروں کو دیں۔

جب اس نے ان ہدایات پر عمل کیا اور اعلان کیا کہ وہ فلاحی اداروں، غریبوں اور محتاجوں میں مال تقسیم کرنا چاہتا ہے تو لوگ کہنے لگے کہ راک فیلر کنجوس مکھی چوس نے کمانے کا کوئی نیا ڈھنگ نکالا ہوگا۔ لیکن جب ان کو اندازہ ہوا کہ وہ واقعی سنجیدگی سے خیراتی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیسے لینے شروع کر دئے۔ اب معاشرے میں ہر طرف اسے عزت، محبت، خیر خواہی اور ہمدردی ملنے لگی۔ لوگ عزت سے سلام کرنے لگے، راستہ دینے اور مسکراہٹ سے استقبال کرنے لگے اور تقاریب میں اسے مہمان خصوصی بنایا جانے لگا۔ اب جو ہر طرف سے خوشی اور راحت ملنے لگی تو بغیر دوائیوں کے صحت پر مثبت اثرات مرتب ہونے شروع ہو گئے۔ اس کے گنجے سر پر بال نکل آئے، چہرے کی جھریاں دور ہو گئیں اور معدے نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس علاج کے بعد ۴ سال اس نے مزید کام کیا اور ۵۷ سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ مزید چالیس سال زندہ رہا اور ۹۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ گویا اس نے مزید ۴۵ سال مال کی محبت دل سے نکالنے، فلاحی کاموں اور خیرات صدقات کے بدلے حاصل کیے۔

کاش اگر وہ یہی کام آسمانی تعلیمات کے مطابق رضائے الٰہی کے لیے کرتا تو ظاہری دنیاوی فوائد مفت میں حاصل ہو جاتے جب کہ یہ چیزیں اس کو آخرت میں جہنم کی ہولناکیوں سے

بچا تیں اور جنت کی لازوال نعمتوں سے ہمکنار کرتیں۔

انسان نے مال کمانے، اس کو سنبھالنے اور خرچ کرنے کے تینوں کاموں کی وجہ سے اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اس کو اپنے مال سے فوائد حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا بلکہ یہ مال اس کی جان کو کھائے جا رہا ہے۔

مال کو مقصد بنانے کے ظاہری و باطنی نقصانات:

جب مال مقصد بن جاتا ہے اور اس کے حصول کے لئے انسان صحیح ضابطوں کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کے دوسرے انسانوں سے ٹکراؤ اور مقابلہ آرائی کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں حرص، حسد، کینہ، عداوت، دھوکہ اور فریب جیسے رذائل وجود میں آ جاتے ہیں اور میدانِ عمل میں ان باتوں کی معرکہ آرائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اشیاء تو وجود میں آتی رہتی ہیں، سامانِ سہولت و راحت تو بڑھتا جاتا ہے لیکن انسان خود کھوکھلا ہوتا جاتا ہے۔ سامانِ سہولت تو ہوتا ہے لیکن سہولت نہیں ہوتی، سامانِ راحت تو ہوتا ہے لیکن راحت نہیں ہوتی، اچھی غذا تو ہوتی ہے لیکن بھوک غائب ہوتی ہے، اعلیٰ اور بڑھیا غذاؤں کو معدہ ہضم نہیں کر پاتا، خوشی کے اعلیٰ سے اعلیٰ سامان ہونے کے باوجود خوشی نہیں ہوتی۔ گویا مال تو ہاتھ آ گیا لیکن اس کے نتیجے میں خوشی، راحت اور سہولت کا حال ہاتھ نہ آیا اور یہ سب اس لئے ہوا کہ سارا کام غلط ترتیب کو اختیار کر کے غلط رُخ اور غلط زاویے سے کیا گیا۔ نتیجتاً اسباب تو ہاتھ آ گئے لیکن ان سے جو اچھے حالات انسان لینا چاہتا تھا وہ نہ ملے۔

گویا انسان کے اندر رذائل کے پیدا ہونے میں بڑا کردار جذبۂ حصولِ مال نے ادا کیا۔ اس بلا اور معصیت سے بچنے کے لیے شریعت نے مال کے متعلق دو پہلوؤں پر بحث کی، ایک تو مال کے ساتھ دل کا تعلق اور دوسرے مال کا حصول و خرچ۔

جہاں تک مال کے ساتھ دل کے تعلق کا معاملہ ہے تو چونکہ فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کسی نفع نقصان میں اللہ مال کا محتاج نہیں۔ اس سلسلے میں قلب میں توحید کو پکا کرنا ہے۔ اس کے لیے شریعت نے یہ بندوبست کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فاعل حقیقی اور مؤثر حقیقی ہونے کے سلسلے میں

قرآن پاک میں توحیدِ ذاتی، توحیدِ افعالی اور توحیدِ صفاتی کے رخ سے بحث کر کے اپنا تعارف کروایا ہے اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ اسباب اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تابع ہیں اور تاثیر دکھانے میں امرالٰہی کے محتاج ہیں۔

یہ اسباب ہیں دستِ قدرت میں یوں
قلم دستِ کاتب میں جیسے رہے

مظاہر قدرت اور انسان کی اپنی ذات میں عجیب وغریب نشانیاں بتلا کر اور ان پر تفصیلی بحث کر کے اس مسئلے کو کھولا گیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنا کر اور ان کا بغیر اسباب کے اللہ تعالیٰ سے بے پناہ کامیابیاں حاصل کرنے کے تذکروں سے اس بات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کو کھولا گیا ہے کہ جب فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اور مال ایک ذریعہ اور سبب ہے، مسبب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو پھر سبب کے پیچھے بھاگنے کی بجائے مسبب کے ساتھ رابطہ کیوں نہ بڑھایا جائے، جو سبب کو مسخر کر کے انسان کے تابع کر دے اور اس کے حق میں استعمال کرے۔

مال کے ساتھ تعلق کے درجات:

مال کے ساتھ تعلق کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) کسبِ مال یعنی مال کمانا (۲) مال کا محبوب و پسندیدہ ہونا (۳) مال کا احب یعنی بہت زیادہ محبوب ہو جانا۔ جہاں تک کہ کسبِ مال اور حصولِ مال ہے تو وہ ضرورت کی چیز ہے اسے انسان کمائے گا کیونکہ اس کے بغیر اکثر حالات میں انسان وقت نہیں گزار سکتا۔

جہاں تک مال کا محبوب اور پسندیدہ ہونا ہے تو ظاہر ہے کہ فائدے اور سہولت کی چیز انسان کو پسند آئے گی اور اسے محبوب بھی ہوگی، چنانچہ شریعت نے مال کے محبوب ہونے کو بھی منع نہیں فرمایا۔ لیکن مال کا 'اَحب' ہونا یعنی زیادہ محبوب ہونا یہ تفضیلِ بعض (Comparative degree) کے طور پر بیان کیا گیا ہے یعنی اور چیزوں سے زیادہ محبوب ہونا۔ شریعت کی رو سے اور چیزیں، جن سے مال زیادہ محبوب نہ ہونا چاہئے، وہ اہم چیزیں اور عالی مقاصد اللہ، رسولؐ، آخرت، جہاد، اخلاص، اخلاق،

عبادت، خدمت خلق وغیرہ ہیں۔ مال کا ان سے زیادہ محبوب ہونا، کمانے اور خرچ کرنے کے شرعی اصولوں سے زیادہ محبوب ہو جانا اور اس کے حصول کے لیے اخلاقی ضابطے، معیاری اصول اور شریعت کے وہ احکام جو اس کے حصول وخرچ کے بارے میں مقرر ہیں ان کو پس پشت ڈال دینا اور ان کو توڑ کر اور چھوڑ کر مال کا حاصل کرنا، یہ مال کا اُحب ہو جانا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ.

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں (بڑے بڑے مکان) جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں، تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم۔ (التوبہ: ۲۴)

چنانچہ یہاں اُحب کا لفظ استعمال کر کے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مال کا اُحب ہو جانا دراصل ایک بیوقوفی کی علامت ہے، ایک فوری اور ظاہری نفع پر یقین کر لینا ہے اور اس کے لئے غلط ترتیب کے برتنے سے فوری ظاہری نفع ملنے کے پیچھے لگ جانا ہے۔ ایک عرصہ تک آدمی اس منفی ترتیب پر چلتا ہے تو اس چیز کے منفی اثرات، اخلاقی ضابطوں کو چھوڑنے اور شرعی احکامات کو توڑنے کے نتیجے میں، آہستہ آہستہ مرتب ہوتے ہوئے اپنے گھناؤنے نتائج ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں، ان نتائج سے بے خبری کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ناسمجھ، بیوقوف اور کوتاہ نظر ہوتے ہیں جن کو دوررس نگاہوں والے علماء، مشائخ اور فقراء کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ہوتی۔ علماء و مشائخ تو بہت اونچے درجے کی شخصیات ہیں، عام تجربہ کار اور دانشور آدمی بھی ان بیوقوفوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں ہنستا ہے۔ جیسے ایک چوہا گھر میں گھس کر قیمتی چیزوں کو کھا کھا کر موٹا ہو رہا ہو، قیمتی کپڑے اور بچوں کی کتابیں کترنے میں لگا ہو اور رات کی تنہائی میں کوئی اسے دیکھ نہ رہا ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ کام بن گیا ہے، یہ مزے تو ہمیشہ کے ہیں، بس وارے نیارے ہو گئے ہیں۔ لیکن مالک مکان اس بات کو ہمیشہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتا بلکہ وہ

اس کے لئے پنجرے کا بندوبست کرتا ہے، جب پنجرہ آ جاتا ہے تو گھر کا مالک اس کے اندر مزیدار چپڑی روٹی تار میں لگا کر رکھ دیتا ہے۔اب تو چوہے کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی کہ ہوادار کوٹھی اور اس میں موجود چپڑی روٹی، بس اب تو قسمت جاگ اٹھی لیکن جونہی وہ چپڑی روٹی پر منہ مارتا ہے کھڑاک سے پنجرہ بند ہو جاتا ہے اور صاحب بہادر اپنے کو گرفتار پاتے ہیں۔صبح ہوتے ہی بچوں کی چیخ وپکار شروع ہو جاتی ہے اور پنجرے میں سوئے چبھونے کی بھرمار ہو جاتی ہے اور صاحب بہادر درد کے مارے تڑپ کر جان دے رہے ہوتے ہیں جبکہ بچے باہر خوشی سے اچھل رہے ہوتے ہیں۔یہی نتیجہ ان احمقوں کا آئے دن سامنے آتا رہتا ہے جو کچھ روپے پیسے کما کر ہوادار کوٹھی اور چپڑی روٹی تک پہنچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کامیابی مل گئی، لیکن اس حصولِ مال کی غیر معیاری ترتیب اور اس کا اُحب ہونا اپنا اثر قتل مقاتلہ، کچہری مقدمہ اور حکومتوں کی پکڑ اور گرفت کی شکل میں سامنے لاتا ہے تو تب صاحب بہادر کو پتہ چلتا ہے کہ چوہے کی طرح ہوادار کوٹھی اور اس میں چپڑی روٹی لیکن اس کے نتیجے میں قسمت کھوٹی نکلی۔

مال کو اُحب بنانے والے نفسیاتی اور دماغی (Psychatric) مریض ہوتے ہیں۔ان کے ذہنوں پر دائمی طور سے سوار مال کی فکر، اس کو سنبھالنے کا غم اور بوجہ کنجوسی اس کا خرچ نہ کرنا یا بوجہ بے راہ روی اس کو معصیت اور گناہوں پر خرچ کرنا ان کو پورا دماغی مریض بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں ذہنی و جسمانی صحت متاثر ہو کر انسان کی زندگی کو بدمزہ کر دیتی ہے اور راحت وخوشی کے سامان ہوتے ہوئے راحت وخوشی ناپید ہو جاتی ہے۔

حب مال کی اصلاح کا طریق:

مشائخ تصوف اپنے متعلقین کی تربیت کر کے اور ان کے دلوں میں توحید راسخ کر کے اس بات کو ان کے دل میں بٹھا دیتے ہیں کہ مال سبب ہے اور مسبب اللہ تعالیٰ ہے، مال کا آنا جانا عارضی ہے اور اس پر کاموں کے بننے بگڑنے کا بغیر حکمِ الٰہی کے دارومدار نہیں ہے، چنانچہ وہ حضرات اگر اس کو کماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے امر طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (الطبرانی فی الاوسط) (ترجمہ: حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر واجب ہے) کے حکم کے پورا کرنے کا ثواب حاصل کرنے

کے لئے اور اس میں سچ، انصاف اور خدمت خلق کے اصولوں کو اپنا کر ان کا ثواب حاصل کرنے کے لئے کماتے ہیں۔ ان کا کمانے کے لئے جانا ان کے لئے خوشی اور فرحت کا سامان بنتا ہے اور یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جو مل گیا الحمدللہ اور نہ ملا تو اس کی قطعاً فکر نہیں ہوتی کہ کھائیں گے کہاں سے اور اب ہمارا کیا ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ خادم نے آ کر بتایا کہ ہمارا جہاز جو سمندر میں تجارتی سامان لے کر جا رہا تھا وہ ڈوب گیا ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا الحمدللہ۔ پھر دوسرا خادم آیا اور کہنے لگا کہ پہلی خبر درست نہیں تھی جہاز نہیں ڈوبا تو آپ نے پھر فرمایا الحمدللہ۔ خادم نے عرض کیا کہ دوسری دفعہ کا الحمدللہ تو سمجھ میں آیا کہ ایک فائدہ ہوا لیکن پہلی دفعہ کا الحمدللہ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ موقع نقصان کا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ مال کے ضائع ہونے پر الحمدللہ کہا اور نہ ہی بچ جانے پر کہا بلکہ الحمدللہ تو دل کے حال پر کہا تھا کہ جب معلوم ہوا کہ جہاز ڈوب گیا ہے تو دل جس حالت سکون میں اور یادِ الٰہی میں تھا ویسا ہی رہا، اور جب یہ سنا کہ جہاز نہیں ڈوبا تو بھی دل کے حال میں کچھ فرق نہیں آیا، گویا ایک ٹیسٹ ہو گیا کہ دل کی مال کے ساتھ وابستگی نہیں تھی کہ آیا یا گیا۔ پختہ توحید کی وجہ سے سبب کی بجائے مسبب سے تعلق استوار تھا لہٰذا اسبب کے آنے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

مالی نقصانات پر سالکین کے تین احوال:

اس ضمن میں انسانوں کے حالات تین قسم کے ہوتے ہیں، ابتدائی درجے والے لوگ، غلبۂ حال والے اہل تصوف اور کاملین۔ ابتدائی درجے والوں کو تو عام انسانوں کی طرح طبعی تکلیف ہوتی ہے۔ توحید کامل نہ ہونے کی وجہ سے جزع وفزع، شکوہ وشکایت اور بار بار یہ خیال آنا کہ یہ کیوں ہوا، اگر میں یوں کرتا تو یہ نہ ہوتا، اگر ایسا کر لیتا تو حالات خراب نہ ہوتے، اب میرا کیا ہوگا، اسباب چھن جانے سے میری ضرورتیں کہاں سے پوری ہوں گی، میں کھاؤں گا کہاں سے، میرے کام کیسے بنیں گے وغیرہ، ایسی سوچوں سے اپنے ذہن پر اچھا خاصا دباؤ ڈال لیتے ہیں جو نفسیاتی اور دماغی امراض (Psychiatric diseases) کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ دماغی کے علاوہ بدنی تکالیف مثلاً ہائی بلڈ پریشر، شوگر وغیرہ بھی لاحق ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ سخت صدمہ پہنچنے سے اعصاب شکنی (Nervous

(Breakdown)اور دل کا دورہ(Heart attack)، گردوں کا بے کار ہو جانا(Kidney failure) کے واقعات ہوتے رہتے ہیں، اور یہ تمام نقصانات اور فسادات مال کے بارے میں شریعت کے بیان کردہ پہلو کو اختیار نہ کرنے کے باعث پیش آتے ہیں اور اس سب کی بنیادی وجہ توحید کا ناقص ہونا اور سبب اور مسبب کے تعلق کو نہ سمجھنا اور مال کا اُحب ہونا ہے۔

صوفیا میں تربیت کے بعد دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو درمیانی درجہ کے لوگ جن پر توحید اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ایک طرح کے نشہ کی شکل میں ہوتا ہے اور وہ گویا مخمور (intoxicated) ہوتے ہیں۔ جیسے نشہ (anaesthesia) دینے کے بعد آپریشن کا درد نہیں ہوتا ایسے ہی ان حضرات کو دنیا، دنیا کی چیزیں، مال و دولت، نعمتیں، ناگواریاں، تکالیف اور مشقتیں سب یکساں معلوم ہوتی ہیں اور ان پر کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ دوسرا گروہ ان کاملین کا ہے جن کو 'سُکر' کے بعد 'صحو' کی حالت نصیب ہو جاتی ہے یعنی مدہوشی (intoxication) کی جگہ ہوش غالب ہو جاتا ہے اور نفع نقصان، غم خوشی، درد تکلیف وغیرہ تمام طبعی تقاضوں کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ان کو ساری باتوں سے طبعی تکلیف ہوتی ہے لیکن یہ تھوڑی دیر کی تکلیف یوں زائل ہو جاتی ہے کہ ان تکالیف پر منجانب اللہ ملنے والے اجروں کا دھیان شروع ہو جاتا ہے اور توحید کامل ہونے کی وجہ سے نیز سبب اور مسبب کے تعلق کو سمجھنے کی وجہ سے ان کی تکلیف طبعی ہوتی ہے، عقلی اور ذہنی نہیں ہوتی اور اس سے کوئی اضطراب (anxiety, tension) اور اضمحلال (depression) کی تکلیفیں طاری نہیں ہوتیں۔ چنانچہ یہ حضرات مال کے سارے فوائد تو لے لیتے ہیں اور اس کے نقصانات سے بچ جاتے ہیں۔ جبکہ دنیاداروں کا طبقہ بوجہ کم فہمی ناقص توحید اور سبب و مسبب کے تعلق کو نہ سمجھنے اور مال کے احب ہونے کی وجہ سے اس کا تھوڑا سا فائدہ تو اٹھا لیتے ہوں گے لیکن اس کے عظیم نقصانات میں الجھ کر آخرت سے پہلے اس دنیا کی زندگی کا مزہ بھی کرکرا کر لیتے ہیں۔

مال کے حصول وصرف کی ترتیب:

مال کے بارے میں شریعت کی دوسری ترتیب اس کے حصول اور خرچ کے بارے میں

ہے۔ مال کے حاصل کرنے کے لئے شریعت نے ایک جامع نظام دیا ہے چنانچہ شریعت کا معاملات کا باب اس پر تفصیلی بحث کرتا ہے اور آیات، احادیث اور ان کی عملی و جزوی تشریح فقہ کی شکل میں ہمارے پاس ہے، جس میں سود، سٹہ، کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت، گاہک کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس کا استحصال، دھوکہ، جھوٹ وغیرہ سب سے بچ کر کمانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ خدمت خلق اور لوگوں کو سکھ پہنچانے والے پیشے اختیار کر کے رزق کا حصول، ایسے بے محنت پیشے جو لوگوں کو سکھ اور سہولت پہنچانے کا ذریعہ نہ ہوں ان سے بچنا، کما کر فضول طریقوں سے خرچ کرنے سے پرہیز کرنا، ایسا محکم نظام دیا گیا ہے کہ اس کے تحت کمائی کرنے سے نہ تو مفادات آپس میں ٹکراتے ہیں، نہ ہی ایک دوسرے پر ظلم کر کے دلوں میں نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں، انہی نفرتوں کے نتیجے میں عداوتیں اور تلخیاں وجود میں آ کر زندگی کو تکلیف دہ بنا دیتی ہیں۔ کمائی کے عمل کی اہمیت اور حکم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. (الطبرانی و البیھقی)

ترجمہ: حلال طلب کرنا فرائض کے بعد فریضہ ہے۔

اور کمائی کے عمل کو خدمت خلق اور عبادت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصُّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ. (الترمذی)

ترجمہ: سچا تاجر بروز قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نیز مختلف پیشے جن کے ساتھ انسانی ضروریات کا تعلق ہے انہیں فرض کفایہ بنایا گیا ہے۔

(احیاء العلوم)

چنانچہ مؤمن روزی کمانے کے لیے جاتے ہوئے ایک مقدس فریضہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ احکامات کی پابندی کی مشق کرتے ہوئے عبادت میں مصروف ہونے کے لیے جاتا ہے اور اس وقت کا ہر لمحہ اس کے لیے فرحت، راحت اور انبساط کا ذریعہ بنتا ہے۔ لہٰذا کاملین کی دنیا بھی دین ہے اور ان کی تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت بھی عبادت ہے۔ جبکہ دنیا دار کے لیے جھک مارنا، دھوکہ اور فریب کی مشق کرنا، انسانوں کو تکلیف دینے کے طرز عمل سے اس مبارک اور مقدس فریضہ کو اس

طرح سرانجام دینا ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لیے تکلیف اور دکھ کا ذریعہ بنا ہوتا ہے اور شام کو اس حال میں گھر لوٹتا ہے کہ اضطراب و اضمحلال (anxiety and depression) کا ایک انبار اپنے ساتھ لے کر واپس ہوتا ہے۔ جس سے اس کی زندگی بدمزہ اور راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔

مال کے کمانے کے بعد اس کا خرچ کرنا ہے۔ یہ کمانے سے زیادہ نازک اور ضروری کام ہے اس لئے اس رخ پر بھی قرآن و حدیث میں تفصیلی بحث ہے اور اس بحث کی روشنی میں معمولی جزئیات تک حضرات فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے بیان کی ہوئی ہیں۔ اس ترتیب کو اختیار کیا جائے تو انسان اسراف و تبذیر سے بچتے ہوئے نیز مال کے کبر و کروفر میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہوئے اس کے خرچ کا ایسا پہلو لے لیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اپنی ذات، خاندان اور دوسرے لوگوں کے لیے بہتر سے بہتر بلکہ بہترین نتائج حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ مال کا اصل مالک درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے، مال ہمارے پاس ایک امانت ہے۔

در حقیت مالك هر شے خدا است

ایں امانت چند روز نرد ما است

ترجمہ: اصل میں ہر شے کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، یہ امانت چند روز کے لئے ہمارے پاس ہے۔

اس کا خرچ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہوگا۔ سب سے پہلا خرچ اپنی ذات اور اپنے خاندان پر ہے۔ جس کے لیے یہ ضابطہ دیا گیا ہے کہ اپنی ضرورت کا پورا کرنا ضروری ہے اور ضرورت کی سادہ تشریح یہ ہے کہ اس کے بغیر انسان کی زندگی اور اس کے مفادات کو ضرر (نقصان) ہوتا ہو۔ ضرورت کے بعد سہولت کا درجہ ہے اس کے ترک کو مبارک اور پورا کرنے کو جائز قرار دیا گیا۔

اس کے بعد تعیّش ہے کہ ضرورت اور سہولت کے کھانے پینے، لباس، مکان اور سواری میں ایسی ترتیبوں کو لینا جو محض اپنی حیثیت کو جتانے (status symbol) کے طور پر اختیار کی جائیں۔ اس میں دو باتوں کو خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے، اسراف اور تبذیر۔ اسراف تو اپنی ضرورت اور سہولت کے کاموں میں حدِ کفایت سے زیادہ خرچ کرنا اور تبذیر بالکل غیر ضروری کاموں میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا:

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. (اعراف:۳۱)

ترجمہ: اللہ کو خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ. (بنی اسرائیل:۲۷)

ترجمہ: بے شک اڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے۔

نیز زکوٰۃ، عشر، منت، صدقۂ فطر اور مختلف کفارات کی شکل میں کمائی والے کے مال سے ایک حصہ ایسے کسمپرس، معذور اور محروم لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے جو کسی مجبوری کے باعث زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہوں اور ان کی ضرورتیں پوری نہ ہونے سے احساسِ محرومی بلکہ چوری ڈاکے کے جذبات پیدا ہونے کا خطرہ ہو رہا ہو۔ نیز صدقات اور خیرات غرباء کے دلوں میں مالداروں کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرہ میں ایک جوڑ اور ہم آہنگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کا واقعہ ہے کہ ایک مقروض کو مدد کی ضرورت پڑی۔ اس کو پتا چلا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہٗ بہت مالدار ہیں ان سے مدد کی درخواست کی جا سکتی ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، رات ان کے ساتھ بسر کرنی تھی، جب ان کے گھر پہنچے تو حضرت عثمانؓ خادم پر غصہ ہوئے اور کہا کہ تو نے چراغ میں اتنی موٹی بتی کیوں ڈالی ہے اس سے تو تیل زیادہ خرچ ہو گا۔ سائل کو افسوس ہوا کہ ایک آدمی ایک پیسے کے تیل پر ملازم سے جھگڑ رہا ہے تو مجھے کیا دے گا۔ صبح وہ سوال کیے بغیر رخصت ہونے لگا۔ حضرت نے آنے کی غرض دریافت کی لیکن وہ ڈر کے مارے بتا نہیں رہا تھا۔ آخر جب اس نے بتایا تو بغیر توقف کے اس کو روپے دے دیئے۔ اس پر اسے حیرت ہوئی کہ چراغ کا تیل زیادہ جلنے پر تو آپؓ خفا ہو رہے تھے اور مجھ کو مال بلا توقف دے دیا؟ حضرت عثمانؓ کا یہ طرز اس لئے تھا کہ مال ہماری ملکیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت ہے اس لئے مال کا بے جا اور فضول خرچ کرنا گوارا نہیں اور جب صحیح خرچ کرنے کا موقع آئے تو خزانے لٹاتے ہوئے بھی ذرا بھر کوفت نہیں ہوتی۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ اصلاح کی غرض سے بیعت ہونے کے لئے خواجہ

عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، مال و دولت، نوکر چاکر اور گھوڑے اصطبل وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔ ان کے دل کو تسلی نہ ہوئی اور یہ خیال کیا کہ کوئی دنیادار قسم کے آدمی ہیں چنانچہ بیعت ہوئے بغیر واپس ہو گئے اور یہ مصرعہ ان کے دل میں آ گیا۔

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

ترجمہ: وہ مرد نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھتا ہو۔

واپسی پر ایک سرائے میں رات کو خواب دیکھا کہ میدان حشر برپا ہے اور پریشانی کا عالم ہے، اپنی نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ اتنے میں حضرت خواجہ صاحبؒ مل گئے اور ان کے ذریعے خلاصی اور بچاؤ کا سامان ہو گیا، صبح ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحبؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آگاہی کر دی تھی، مولانا جامیؒ سے پوچھا کہ آپ نے کیا مصرعہ کہا تھا۔ انہوں نے جب پڑھا کہ

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

تو خواجہ صاحبؒ نے فی البدیہہ فرمایا:

اگر دارد برائے دوست دارد

ترجمہ: اگر رکھتا ہے تو دوست (اللہ تعالیٰ کی رضا) کے لئے رکھتا ہے۔

تو ان حضرات کی مال کمانے، خرچ کرنے، سنبھالنے اور رکھنے میں ترتیب شریعت کے اصولوں کے مطابق ہوتی ہے، اس لئے بجائے اضطراب و اضمحلال، اور غم و کڑھن (anxiety and tension) کے یہ عمل اپنے اندر عبادت کا تصور لئے ہوئے ہوتا ہے جو کہ بہت ہی خوشگوار اور فرحت بخش ہوتا ہے۔ لہٰذا مال کے اُخروی فوائد کی طرح یہ حضرات دنیا میں بھی دنیاداروں سے زیادہ فوائد حاصل کر لیتے ہیں، جبکہ دنیادار کمانے، سنبھالنے اور خرچ کرنے، تینوں درجوں میں مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسی لیے ان حضرات میں شوگر کی بیماریاں، دل کی بیماریاں اور ذہنی بیماریاں، بمقابلہ کم مال والے اور غرباء کے، زیادہ ہیں اور ان کی اولادوں کا فسق و فجور، لڑائی جھگڑوں میں مبتلا ہونا، قسما قسم

کے نشوں میں مبتلا ہونا، نیز بے تکی (Rash) ڈرائیونگ سے حادثات کا شکار ہونا، آئے دن معاشرہ میں بندہ کے تجربے میں آتا رہتا ہے۔

ساری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ کفار، اہلِ باطل اور دنیادار مال و دولت اور وسائلِ ضرورت کے حصول کے لئے جذبۂ حرص کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور اسراف، تبذیر، کبر، حسد، لالچ، جھوٹ، دھوکہ، فریب، کینہ اور طرح طرح کی روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوکر سارے وسائل کے ہوتے ہوئے ایسے حالات سے دوچار ہوتے ہیں کہ زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

لہٰذا مال کے سلسلے میں اصلاح کے لئے انسان کو تین عنوانات کے تحت غور و فکر اور کام کر کے اس کی اصلاح کرنی ہوگی۔ (۱) مال کے ساتھ دل کا تعلق اس طرح ہو جائے کہ مال اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں اَحب نہ رہے۔ (۲) مال کے کمانے، رکھنے اور خرچ کرنے کے لیے شریعت مطہرہ کے اصول اور احکام کی پابندی ہو۔ (۳) مال کے غلط حصول اور خرچ سے باطن میں کبر، حسد، لالچ، کینہ وغیرہ جو بیماریاں پیدا ہوں ان کی اصلاح کرانا۔

اس ضروری اصلاح کے بغیر انسان نہ تو دنیا کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی آخرت کی۔

۳۔ جذبۂ جاہ

انسان کو اپنے دو اہم بشری تقاضوں یعنی بقائے ذاتی اور بقائے نوعی کے لئے کھانے پینے اور بیاہ شادی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان کے لئے اسے مال و اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ مال اور اسباب حاصل کرنے کے لئے دوسرے انسانوں سے مقابلہ آرائی پیش آتی ہے۔ اس سلسلے میں جلبِ منفعت (فائدہ حاصل کرنا) اور دفعِ مضرت (نقصان سے بچنا) اس کا اہم مسئلہ ہو جاتا ہے۔ ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے دوسرے انسانوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہوتا کہ وہ اس کے آگے دَبیں، جھکیں، اس سے ڈریں، اس کے مفادات کے سلسلے میں اس کے لئے رکاوٹ نہ بنیں اور اس کو ان سے مضرت نہ پہنچے۔ اس کے لئے انسان کو جاہ یعنی بڑائی اور فوقیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ جذبہ انسان پر طاری ہوتا ہے اور اس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس جذبے کے لئے کام

کرنے والی قوتِ غضبیہ ہے جو باقاعدہ انسان پر طاری ہو کر اس کے غدود (Glands) سے عروق (Hormones) نکالتی ہے۔ یہ عروق Noradrenaline، Adrenaline اور Cortisone، غدود سے نکل کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ جذبہ بھی کچھ دیر کے لیے عقل پر غالب آ کر اس کو ماؤف کر دیتا ہے اور انسان کے فیصلے بجائے اپنے اور بنی نوع انسان کے جائز فائدوں کے ناجائز فائدوں کی طرف مڑ جاتے ہیں اور انسان حرص کا شکار ہو کر بے سوچے سمجھے اپنی قوت اور طاقت کو استعمال کرتے ہوئے سب وسائل پر قابض ہو جانا چاہتا ہے۔ اب اس کو اپنی کم فہمی سے یہ بات سمجھ آنے لگتی ہے کہ جاہ ہی وہ چیز ہے جس سے میرے مفادات کا زیادہ تحفظ ہے اور اس کے ذریعے ان وسائل کو زیادہ حاصل کر سکتا ہوں لہٰذا اس کا سارا زور حصولِ جاہ کے لیے لگنا شروع ہو جاتا ہے اور انتہائی تکلیف سے کمایا ہوا مال خرچ کر کے اور استعمال کر کے جاہ کے حصول میں لگ جاتا ہے۔ دن رات اس کی فکر اس کے دل و دماغ پر قبضہ جما لیتی ہے۔ اس کے لئے مال خرچ کر کے حکام کے دروازوں تک پہنچنا، ان سے دوستی کا استوار کرنا، ان کی سرکاری اور ذاتی تقریبات میں پہنچنے کی تگ و دو کرنا، ان کو اپنی تقریبات میں لانے کی کوشش کرنا، ان کے شایانِ شان انتہائی فضول خرچی کر کے اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں بیاہ شادی اور مختلف تقریبات کو رچانا۔ منصبِ جاہ، صوبائی، قومی اسمبلی کی ممبری حاصل کرنے کے لئے اور ضلعی و صوبائی و قومی حکومتوں میں شمولیت کے لیے جھک مارنا اور ہاتھ پیر مارنا۔ غرض اپنے لیے تفکرات اور پریشانیوں کا ایک دروازہ کھول لینا ہے۔ ووٹروں کی خوشامد کرنا، خدمتِ خلق کے کام کرنا تاکہ ووٹر خوش ہوں اور ووٹروں کی تعداد زیادہ ہو جائے۔ اگر مسجدوں میں جانے سے ووٹ بینک بڑھتا ہے تو وہاں جانا اور اگر ناچ گانے کی مجالس سے یہ چیز حاصل ہوتی ہو تو وہاں پہنچنے سے دریغ نہ کرنا۔ اگر نام کے ساتھ حاجی لگانے سے سیاسی قدر و منزلت بڑھتی ہے تو حج و عمرہ پر چلا جائے گا۔ انتخابات کے پوسٹر پر حاجی لکھنے سے وزن بڑھتا ہے تو حج کے حصول کے پیچھے لگے گا۔ اگر مدِ مقابل کے نام کے ساتھ حاجی لکھا ہے تو یہ الحاج کی چھاج اور دُم اپنے نام کے ساتھ لگانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ غرض دین و دنیا کا کوئی ذریعہ اور سبب اس کے حاصل ہونے میں کام کر رہا ہو تو اس کو ضرور حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ صدقات، خیرات اور زکوٰۃ کے اعلانات کر کے نام و نمود کی

کوشش کرے گا۔

ہر اک کی خوشامد ہر اک کی رعایت
مصیبت میں بس طالبِ جاہ ہے

یہ لوگ ایسے پھنستے ہیں کہ کھانا پینا بے وقت، آرام وراحت کا فقدان، لوگ آگے پیچھے لگے ہوئے، ٹیلی فون پر ٹیلی فون آرہے ہیں، کبھی تو کرسیٔ اقتدار اور کبھی جیل خانہ جات، کبھی سردار اور کبھی سرِ دار (پھانسی)، غرض پریشانیوں کا ایک پورا دفتر کھل جاتا ہے اور اس مقابلہ آرائی میں حرص، کبر، حسد، لالچ، ریاکاری اور کینہ پروری کے جذبات کوٹ کوٹ کر باطن میں بھر جانا شروع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر میں انسان اقتدار کی ان فضولیات میں استعمال ہو رہا ہوتا ہے اور باطن میں رذائلِ نفسانیہ کا اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہی اس میدان میں استعمال ہونے کے بعد آدمی کی شخصیت ایک اچھے خاصے تخریب کار اور غنڈے میں بدل جاتی ہے۔

حب جاہ کے اصلاح کا طریق:

جاہ کے بارے میں قرآن وحدیث نے بہت بحث کی ہے اور صوفیاء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانی زندگی کے اس خطرناک شعبہ کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اس زہرِ قاتل کے مردم کش اثرات سے بچنے کی ترتیب بتائی ہے۔ حصولِ جاہ کی نیت سے کوئی دینی یا دنیاوی کام کرنا ریاکاری اور گناہِ کبیرہ کے زمرے میں ڈالا گیا۔ صوفیاء کسمپرسی اور گمنامی میں رہے نیز لباس اور رہائش اور سواری وغیرہ میں ایسی ترتیبیں اختیار کیں جن سے وہ عام آدمی نظر آئیں تاکہ جاہ کا جذبہ ٹوٹے۔

خود حضور ﷺ نے لباس، خوراک اور رہائش کے معاملے میں ساری عمر کوئی اہتمام نہیں فرمایا، اپنے لئے کوئی امتیازی لباس مختص نہیں فرمایا، جو میسر ہوا اس کو استعمال کیا۔ اٹھنے بیٹھنے اور مجلس ملاقات کے لیے کوئی خاص جگہ، خاص مسند مقرر نہیں فرمائی، رہائش ساری عمر جھونپڑے میں رکھی۔ اسی طریقہ کو خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار کیا اور برتا۔ علمائے ربانی اور اولیائے کرام نے اسی ترتیب کو اپنایا اور اپنے آپ کو جان بوجھ کر جذبۂ جاہ سے دور رکھا۔ دنیوی اور

اخروی سارے اعمال کو فقط رضائے الٰہی کے لیے مخصوص کیا۔ اس بات کو دل کے قریب بھی آنے نہیں دیا کہ ان اعمال کے ذریعے کوئی دنیا کا مفاد بصورتِ مال یا جاہ حاصل ہو جائے۔ اپنے آپ کو حکام اور فرمانرواؤں کے دروازوں سے دور رکھا۔ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ (ابن ماجہ) (ترجمہ: برا ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے پر ہو) اس حدیث پر پورا عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ بادشاہتوں کو چھوڑ کر فقراء کے زمرے میں شامل ہونے کے تو بہت سے واقعات ہیں لیکن فقر کو چھوڑ کر بادشاہت کی طرف جانے کی مثالیں ناپید ہیں۔ ان حضرات کی دانشوری اور فہم و فراست قابلِ رشک ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس عذاب اور بلا سے محفوظ رکھا جس کے ذریعے دنیادار فکر و غم کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

دنیاوی جاہ ترک کرنے پر حقیقی جاہ کا انعام:

جو آدمی ان فانی چیزوں پر لات مار کے فقط رضائے الٰہی کے لئے اعمال میں لگتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ بندہ اپنے اعمال کے ذریعے خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ فرشتے زمین پر اسی طرح کا اعلان کرتے ہیں جس کے نتیجے میں زمین کی ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، حشرات الارض، نباتات، جمادات سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہ ایک خاص وجاہت اور جاہ اور اعزاز ہے جو اہلُ اللہ کو مِن جانبِ اللہ بغیر مانگے اور چاہے بلکہ نہ چاہتے ہوئے بھی ملتا ہے، جس کی وجہ سے ساری مخلوق دل سے ان کو چاہتی ہے اور ان کی قدر کرتی ہے۔ چنانچہ پتھروں کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا، درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر زمین چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ جانا، کھجور کے ستون، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور فراق میں رونا، یہ جمادات و نباتات کی محبت کے واقعات ہیں۔ ایک سانپ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے غارِ ثور میں سالہا سال انتظار میں بیٹھنا حشرات الارض کی محبت کا واقعہ ہے، حیوانات میں اونٹ، ہرنی، بھیڑئے وغیرہ جانوروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا، حجۃ الوداع میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ قربان کر رہے تھے اُن اونٹوں کا آگے بڑھ کر اپنی گردن

خود ذبح کے لیے پیش کرنا حیوانات کی محبت کو بتا رہا ہے اور انسانوں میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ کے محبت کے واقعات تو ان گنت اور بے مثال اور لازوال ہیں۔

یہ عام دستور ہے کہ کوئی قوم جب کسی علاقہ کو فتح کر کے قبضہ کرے تو وہاں کی رعایا اور عوام کے دلوں میں ان سے محبت پیدا نہیں ہوتی اور عداوت و منافرت سالہا سال جاری رہتی ہے۔ موقع ملنے پر وہاں کے عوام جذبۂ انتقام کے تحت کھڑے ہو جاتے ہیں اور باہر سے آنے والوں کو نکال کر چھوڑتے ہیں کیونکہ یہ غلبہ ظاہری، عسکری اور عارضی ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے ملک تو فتح کئے ہوتے ہیں لیکن دل فتح نہیں کئے ہوتے۔ اس کے بالمقابل صحابہ کرام جن علاقوں میں داخل ہوئے اور انہیں فتح کیا تو وہاں کے عوام کا مذہب، زبان، تہذیب اور ثقافت تک بدل گئی اور جب سے وہ علاقے اسلام میں داخل ہوئے آج تک مسلم ہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہوا کہ اہلُ اللہ علاقوں کو فتح نہیں کرتے بلکہ دلوں کو فتح کرتے ہیں اور دلوں کی فتح فاتح کے اعمال اور جن قوموں کو فتح کیا ہے ان کے ساتھ سلوک اور اخلاص والے رویہ سے حاصل ہوتی ہے۔ روحانی لحاظ سے مضبوط شخصیت ہی دوسری شخصیت کو اپنے اندر جذب کر سکتی ہے۔ یہ لازوال جاہ اور وجاہت تو اللہ والوں ہی کا انعام ہے۔

ہوادائے دلبرائی کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

اس کے مقابلے میں دنیاداروں کو اسلحہ، الیکشن کے جوڑ توڑ، دھوکہ فریب اور ریا کے طور پر مال خرچ کرنے سے جو جاہ اور وجاہت حاصل ہوتی ہے وہ عارضی، وقتی اور فقط ظاہری ہوتی ہے اور وہ ان ظاہری چیزوں اسلحہ، اقتدار اور مفادات وغیرہ کے خوف اور شوق کی وجہ سے ہوتی ہے، جوں یہ چیزیں صاحب جاہ کے ہاتھ سے نکلیں لوگوں نے منہ موڑ لیا اور کوئی پوچھنے والا بھی نہ رہا۔ دنیاداروں کا جاہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے سانپ، بچھو یا پاگل کتے کا جاہ ہے۔ لوگ ان کے آگے کھڑے ہوتے ہیں، ان کے راستے سے ہٹتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ ان کی محبت ان کے دل میں ہے بلکہ ان کے خوف سے ان کے ساتھ یہ رویہ اختیار کئے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جب اپنے عارضی اقتدار اور منصب کو کھو بیٹھتے ہیں یا مال و دولت کے نقصانات سے ان کی مالی حیثیت ختم ہو جاتی ہے تو کوئی

پوچھنے والا نہیں ہوتا، اور یہ چیز ان کے لیے سخت کوفت کا ذریعہ بنتی ہے اور اس کے نتیجے میں سخت اضطراب (tension) واضمحلال (depression) میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ جن دنوں انتخابات کے بعد ایک پارٹی کے ہٹ جانے سے دوسری پارٹی کی حکومت آجاتی ہے تو پہلی پارٹی والوں کو علاوہ اضطراب واضمحلال کے جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے دیکھا گیا جن کے علاج کے لئے ان کو بھٹکنا پڑتا ہے، ڈاکٹروں اور دواؤں کا سہارا لیتے ہیں لیکن فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ ان کی بیماری جسمانی نہیں ہوتی بلکہ روحانی ہوتی ہے اور وہ بیماری حب جاہ یعنی بڑا بننے کا جذبہ اور اس کی محبت ہے۔ اب اس بیماری کا یا تو یہ علاج ہے کہ ان کو اپنے محبوب جذبے کے مطابق مطلوبہ اقتدار اور منصب ملے کہ وہ ٹھیک ہوں اور یا پھر اس جذبہ کو دل سے خارج کر کے علاج کیا جائے تا کہ اس سے جان چھوٹے۔ ظاہر ہے کہ دنیا عارضی ہے، وسائل کم ہیں، ہر ایک کو سب چیزیں نہیں مل سکتیں، اگر مل جائیں تو باقی نہیں رہتیں لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ اس کا علاج مطلوبہ چیزوں کے حصول سے زیادہ اس جذبے کے ترک اور خاتمے میں ہے۔ بندہ کا مشاہدہ کیا ہوا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد کی ایک حکومت توڑ دی گئی۔ وزراء میں سے ایک وزیر کی بیوی اپنے خاندانی معالج (Family Doctor) کے پاس آئی اور تذکرہ کیا کہ وزارت ختم ہونے کی وجہ سے اس کے خاوند کو رات بھر نیند نہیں آتی اور برآمدے میں ٹہل ٹہل کر رات کاٹنا پڑتی ہے۔ بیوی نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا گیا تو پاگل ہو جائے گا۔ ماہر ڈاکٹر نے صرف نیند کی دواؤں کا سہارا لینے کا مشورہ نہیں دیا بلکہ کہا کہ اگر اسے چالیس دن کے لئے حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تبلیغی جماعت کے ساتھ بھیج دیا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر اور بیوی نے کوشش کر کے اسے بھیج دیا۔ اس اضطراب اور پریشانی والے ماحول سے نکل کر نیک ماحول میں پہنچنے سے وزیر صاحب کا حال بدل گیا، مکمل سکون اور اطمینان نصیب ہوا اور زندگی بدل گئی، حب جاہ کا مرض جو روح کو کھرچ رہا تھا ٹھیک ہوا۔

ایک موقع پر بندہ اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلیمانی پشاوری کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے ایک دوست تشریف لے آئے۔ ان سے آمد کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ الیکشن میں ہار گیا ہوں اور اپنے مخالف جیتنے والے آدمی پر ہائی کورٹ میں رٹ کرنے

آیاہوں۔ یہ بات کہہ کر خان صاحب نے فوراً اپنی پگڑی اتار دی۔ بندہ نے پوچھا کہ پگڑی اتارنے کا سبب کیا ہے تو ساتھیوں نے بتایا کہ چونکہ ان کا مغز کھول رہا ہے اس لئے پگڑی اتارنے سے گرمی کم ہوتی ہے اور کچھ سکون ملتا ہے۔ بندہ نے سوچا کہ دوسرا آدمی تو رٹ کے بعد پریشان ہوگا لیکن خان صاحب تو ابھی سے اتنے پریشان ہیں کہ جاہ وحسد کے مرض کے ہاتھوں مغز کھول رہا ہے۔

منفی جذبات سے پیدا ہونے والے بحران اوران کا حل:

جذبۂ جنسیہ (sex) یا باہ، بڑا بننے کا جذبہ یا جاہ اور مال کی محبت، یا پھر دوسرے لفظوں میں عورت، شہرت، دولت ایسے جذبے ہیں کہ جب انسان پر حاوی ہو جائیں تو اس کی عقل صحیح سوچنے سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس کی سوچ ان جذبات کی رو میں بہہ جاتی ہے اور انسان اپنے دنیوی واخروی مفادات کو ان پر قربان کر دیتا ہے۔

جذبۂ شہوت اپنے رُخ کے خامرے (hormones) بصورت Androgen, Testosterone اور Projesterone کے خون میں چھوڑتا ہے، جبکہ جذبۂ جاہ قوتِ غضب کے ذریعے بدن کے خون میں Adrenaline, Noradrenaline اور Cortisone چھوڑتا ہے۔ اور جذبۂ مال بذریعہ حرص اپنے طور پر سوچ اور فکر کو متاثر کرتا ہے۔ یہ جذبات وملکات اوران کی غلط ترتیبیں انسان کے اندر کبر، حسد، ریا، کینہ، بغض، بے صبری، جلد بازی، دل آزاری کو جنم دیتی ہیں اور یہ رزائل جب انسان کے باطن میں پکے ہو جاتے ہیں تو اس کی شخصیت کو سخت ناگوار بنا دیتے ہیں۔ یہ اپنے لئے، دوسروں کے لئے بلکہ ملکوں، براعظموں اور پوری انسانیت کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔ آج روئے زمین پر جو دکھ، ظلم وعدوان، بدنظمی اور بے سکونی پھیلی ہے یہ ایسے ہی بگڑے ہوئے انسانوں کی وجہ سے ہے جو جاہ، باہ اور مال کی دوڑ اور مقابلہ آرائی میں پڑ کر درندے بن چکے ہیں اور اپنے طور پر اپنے مفادات اسی ظلم وعدوان میں دیکھ رہے ہیں اور اسی کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد انسان کو ان گندگیوں سے پاک کرنا ہوتا ہے جسے تزکیہ کہا گیا ہے۔ تزکیہ کے ذریعے وہ موٹے اور دبیز پردے جو کبر، حسد، لالچ، ریا کی شکل میں اس کی عقل کو

ماؤف کئے ہوتے ہیں دور ہوتے ہیں اور عقل کو صحیح سوچنے کا موقع ملتا ہے اور قلب کو صحیح جذبات و احساسات ملتے ہیں جس کے بعد کتاب وحکمت کی تفصیلات سکھا کر ان کو پوری زندگی میں خلافتِ الہیہ کا عدل و انصاف، سکھ، صلح و آشتی والا نظام چلانے کے قابل بناتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کو غم اور خوف سے پاک زندگی ملتی ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن. (یونس:۶۲)

ترجمہ: یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

انسان کو خوف تو آئندہ آنے والے ناگوار حالات کا ہوا کرتا ہے اور غم گزرے ہوئے ناموافق حالات کا ہوتا ہے۔ انسان مال و جاہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ حاصل کر لے وہ بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ اس سے حالات کا درست کرنا مقصود ہے اور سارے حالات سمٹ کر خوف اور غم کی دو حقیقتوں میں آجاتے ہیں۔ تو گویا اللہ کے بندے جو رذائل سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے دوست بنے ان کو اللہ تعالیٰ مال و جاہ کے حصول کے بغیر غم وخوف سے نجات دیتا ہے جب کہ دنیادار لوگ اپنی ناسمجھی سے مال و جاہ کے حاصل ہونے میں اپنے مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ گویا وسائل مع مسائل تو دنیاداروں کی زندگی ہے اور حل شدہ مسائل بغیر وسائل کے، اللہ والوں کا اعزاز ہے۔

مال، باہ و جاہ کے جذبات کے تحت استعمال ہو کر انسان کے حرص، شہوت (sex) اور غضب کے ملکات برانگیختہ ہو کر کام کرتے ہوئے انسانی عقل کو ماؤف و متاثر کرتے ہیں اور اس کے فیصلوں اور سوچ کو بدل دیتے ہیں۔ یہ ترتیب انسان کو کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا، ظلم وعدوان میں مبتلاء کر دیتی ہے اور مذموم مادی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انسان دھوکہ، فریب، غیبت، چغلی جیسی کمزور ترتیبوں کا سہارا لیتا ہے جس کے نتیجے میں شخصیت گراوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس گراوٹ میں پہلے درجے کی گراوٹ پر پہنچ کر یہ انسان بجائے انسان کے پرندوں چرندوں کی عادات لے لیتا ہے جن کے سامنے صرف اپنی زندگی بنانے کی ترتیب ہوتی ہے۔ یہ دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ اپنے علاوہ کسی دوسرے کا غم اور فکر ان کو نہیں ہوتی۔ جب یہی منفی ترتیب جاری رہتی ہے اور انسان اور پر شمار کی ہوئی برائیوں کے ذریعے ہی وسائل کے پیچھے پڑا رہتا ہے

تو یہ گراوٹ کے دوسرے درجے پر پہنچتا ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ درندہ بنتا ہے۔ جیسے درندہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے ایسے ہی یہ دوسرے کی زندگی بگاڑ کر اپنی زندگی بناتا ہے۔ چنانچہ رشوت، دھوکہ دہی، قتل و غارت کر کے دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنے لئے فوائد حاصل کرتا ہے۔ یہ منفی اور نفسانی ترتیب جاری رہے تو یہ گراوٹ کے تیسرے درجے پر پہنچ کر خزندہ بنتا ہے۔ خزندہ سانپ بچھو کو کہتے ہیں جو دوسروں کو ڈستے ہیں لیکن اس ڈسنے سے ان کا پیٹ بالکل نہیں بھرتا بلکہ دوسروں کو دکھ اور تکلیف دینا ہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ان کا اپنا کوئی مفاد متعلق نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُوْلٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ. (الاعراف:۱۷۹)

ترجمہ: ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ۔

آہ آج انسان ذلیل ملکات حرص، شہوت اور غضب کے تحت استعمال ہو کر نفسانی زندگی کے عادی ہو کر رذائل باطنیہ میں مبتلا ہو کر گراوٹ کے تینوں درجوں میں سے کسی نہ کسی درجہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ انہیں نے کرہ ارض کو آگ کی بھٹی بنا دیا ہے جس میں کمزور، ناتواں اور غریب انسانوں اور قوموں کو دھکیل رہے ہیں اور ان کی جلتی لاشوں اور رِستے خون، دکھ اور کوفت میں مبتلا بدنوں پر اپنے عیش کے محلات تعمیر کر رہے ہیں۔ ایسے انسانوں کا دور زیادہ عرصہ نہیں ہوتا۔ آخر ظلم نے مٹنا ہوتا ہے، مٹ کر رہتا ہے۔

وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْراً. (بنی اسرائیل:١٦)

ترجمہ: اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو، حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو، پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں، تب ثابت ہو گئی ان پر بات، پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر۔

اور مکمل تباہی اور عذابِ آخرت سے پہلے ان کی دنیا بھی وسائل کے ہوتے ہوئے مسائل کا

شکار ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ. (سجدہ:۲۱)

ترجمہ: اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب ورے (پہلے) اس بڑے عذاب کے، تاکہ وہ پھر آئیں۔

اور فرمایا ان کو دنیا کی چیزیں اس لیے دیں گے کہ ان کو عذاب میں مبتلا کریں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ. (التوبہ:۵۵)

ترجمہ: سو تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے، یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں، اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں۔

عقل، نفس، قلب اور روح سے متعلق منتخب روایات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1: اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ. (ابو داؤد:4927)

گانا دل میں نفاق کو پیدا کرتا ہے۔

2: مَثَلُ الْقَلْبِ مِثْلُ الرِّیْشَةِ تُقَلِّبُهَا الرِّیَاحُ بِفَلَاةٍ. (ابن ماجة:88)

دل کی مثال پَر کی حالت کی مانند ہے جسے ہوائیں بیابان میں الٹتی پلٹتی ہیں۔

3: لَا تُكْثِرُوا الضَّحْكَ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ. (ابن ماجة:4193)

زیادہ نہ ہنسو، پس بے شک زیادہ ہنسا دل کو مردہ کرتا ہے۔

4: قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَال: كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ، صَدُوْقِ اللِّسَانِ، قالوا: صَدُوْقُ اللِّسَانِ، نَعْرِفُهُ، فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ؟ قال: هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا اِثْمَ فِيْهِ وَلَا بَغْيَ، وَلَا غِلَّ، وَلَا حَسَدَ. (ابن ماجة:4216)

کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے بہتر آدمی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر دل کا پاک اور زبان کا سچا آدمی۔ صحابہؓ نے پوچھا: زبان کا سچا تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ دل کا پاک کون ہوتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جو متقی اور صاف ہو، اس میں نہ گناہ ہو، نہ ظلم، نہ دھوکہ بازی اور نہ حسد۔

5: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ. (سنن ترمذی:2411)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر دیگر باتیں زیادہ نہ کیا کریں، اس لیے کہ ذکرُ اللہ کے بغیر زیادہ باتیں قساوت قلبی کا سبب بنتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ (کی رحمت) سے دور تر سخت دل آدمی ہوتا ہے۔

6: أَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ. (مشكوة:2762)

آگاہ رہو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک کام کرتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے۔

7: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلإِيمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلِيمًا وَلِسَانَهُ صَادِقًا وَ نَفْسَهُ مُطْمَئِنَّةً وَخَلِيقَتَهُ مُسْتَقِيمَةً وَجَعَلَ أُذُنَهُ مُسْتَمِعَةً وَعَيْنَهُ نَاظِرَةً فَأَمَّا الأُذُنُ فَقَمْعٌ وَأَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِمَا يُوعِي الْقَلْبُ وَقَدْ أَفْلَحَ مَنْ جُعِلَ قَلْبُهُ وَاعِيًا. رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان. (مشكوٰة:5000)

یقیناً کامیاب ہے وہ شخص جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کر دیا اور اس کے دل کو سلیم، زبان کو سچا، نفس کو مطمئن، فطرت کو معتدل بنایا، اس کو (حق) سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں عطا کیں، کان دل تک بات کی رسائی کا آلہ ہوتا ہے اور آنکھیں اس کو ٹھکانہ دیتی ہیں، واقعی کامیاب ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ بوجھ رکھنے والا دل عطا کیا ہو۔

8: اَلْقَلْبُ مَلِكٌ وَلَهُ جُنُودٌ، فَإِذَا صَلُحَ الْمَلِكُ صَلُحَتْ جُنُودُهُ، وَإِذَا فَسَدَ الْمَلِكُ فَسَدَتْ جُنُودُهُ، اَلْأُذُنَانِ قَمْعٌ، وَالْعَيْنَانِ مَسْلَحَةٌ، وَاللِّسَانُ تَرْجُمَانٌ، وَالْيَدَانِ جَنَاحَانِ، وَالرِّجْلَانِ بَرِيدَانِ، وَالْكَبِدُ رَحْمَةٌ، وَالطِّحَالُ وَالْكُلْيَتَانِ مَكْرٌ، وَالرِّئَةُ نَفَسٌ، فَإِذَا صَلُحَ الْمَلِكُ صَلُحَتْ جُنُودُهُ، وَإِذَا فَسَدَ الْمَلِكُ فَسَدَتْ جُنُودُهُ. (جامع معمر ابن راشد:20375)

دل ایک بادشاہ ہے اور اس کی اپنی فوج ہے، جب بادشاہ ٹھیک ہوتا ہے تو اس کی فوج بھی ٹھیک رہتی ہے اور جب بادشاہ بگڑ جاتا ہے تو فوج بھی بگڑ جاتی ہے۔ کان اس تک بات کی رسائی کا آلہ، آنکھیں اس کا اسلحہ خانہ، زبان اس کا ترجمان، ہاتھ اس کے پر، پاؤں اس کے ڈاکیے، جگر رحمت، تلی اور گردے داؤ اور پھیپھڑے اس کی جان ہے، جب بادشاہ ٹھیک رہتا ہے تو اس کی فوج بھی ٹھیک رہتی ہے اور جب بادشاہ خراب ہو جاتا ہے تو فوج بھی خراب ہو جاتی ہے۔

9: عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : "اَلْقُلُوبُ أَرْبَعَةٌ: قَلْبٌ أَجْرَدُ فِيهِ مِثْلُ

السِّرَاجِ يَزْهَرُ، وَقَلْبٌ أَغْلَفُ مَرْبُوطٌ عَلٰى غِلَافِهِ، وَقَلْبٌ مَنْكُوسٌ، وَقَلْبٌ مُصْفَحٌ، فَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَجْرَدُ: فَقَلْبُ الْمُؤْمِنِ سِرَاجُهُ فِيهِ نُوْرُهُ، وَأَمَّا الْقَلْبُ الْأَغْلَفُ: فَقَلْبُ الْكَافِرِ، وَ أَمَّا الْقَلْبُ الْمَنْكُوسُ: فَقَلْبُ الْمُنَافِقِ عَرَفَ، ثُمَّ أَنْكَرَ، وَأَمَّا الْقَلْبُ الْمُصْفَحُ: فَقَلْبٌ فِيهِ إِيْمَانٌ وَّنِفَاقٌ، فَمَثَلُ الْإِيْمَانِ فِيهِ كَمَثَلِ الْبَقْلَةِ يَمُدُّهَا الْمَاءُ الطَّيِّبُ، وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِيهِ كَمَثَلِ الْقُرْحَةِ يَمُدُّهَا الْقَيْحُ وَالدَّمُ، فَأَيُّ الْمَدَّتَيْنِ غَلَبَتْ عَلَى الْأُخْرىٰ غَلَبَتْ عَلَيْهِ". (مسند احمد:11129)

دل چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱) بالکل صاف دل جس میں چراغ نما کوئی چیز چمک رہی ہو، (۲) ڈھانپا ہوا دل: جس کا غلاف بندھا گیا ہو۔ (۳) الٹا دل (۴) دو رُخا دل۔ پس بالکل صاف دل یہ مؤمن کا دل ہے جس کا چراغ اس کے ایمان کا نور ہے۔ ڈھانپا ہوا دل کافر کا دل ہے۔ الٹا دل منافق کا دل ہے جس نے حق جانا اور پھر اس سے انکار کیا۔ اور دو رُخا دل وہ دل ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہوں، ایمان کی مثال اس دل میں سبزی کی سی ہے جسے پاک پانی کی رسائی ہوتی ہو اور نفاق کی مثال اس میں پھوڑے کی سی ہے جسے خون اور پیپ کی رسائی ہوتی ہو، پس جو رسائی غالب آجائے تو دل ویسا ہی بن جاتا ہے۔

10: عن انس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "اَلْإِسْلَامُ عَلَانِيَةٌ، وَالْإِيْمَانُ فِي الْقَلْبِ" قال: ثُمَّ يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قال: ثُمَّ يَقُوْلُ: اَلتَّقْوىٰ هَاهُنَا، اَلتَّقْوىٰ هَاهُنَا. (مسند احمد :12381)

اسلام کا تعلق ظاہر سے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔

11: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْعَيْنُ تَزْنِيْ وَالْقَلْبُ يَزْنِيْ، فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا الْقَلْبِ التَّمَنِّيْ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ مَا هُنَا لِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ". (مسند احمد:8356)

آنکھ زنا کرتی ہے اور دل بھی زنا کرتا ہے، آنکھ کا زنا دیکھنا اور دل کا زنا خواہش اٹھنا ہے، اور پھر شرمگاہ ان باتوں کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

12: تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ عَرْضَ الْحَصِيْرِ، فَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيهِ نُكْتَةٌ

بَیْضَاءُ وَاَیُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، حَتّٰى يَصِيرَ الْقَلْبُ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا، لَاتَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ وَالْآخَرِ اَسْوَدَ مُرْبَدٌّ كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا. وَاَمَالَ كَفَّهُ. لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ.(مسند احمد:23280)

لوگوں کے دلوں پر فتنے پے درپے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نکتہ پیدا کردیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا۔پس دل ان فتنوں کی تاثیر وعدم تاثیر کے اعتبار سے دو قسموں میں بٹ جائیں گے: ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے جس کو کوئی چیز نقصان نہیں دے سکے گی جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں (یعنی اس دل کی یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیاہ دل، اوندھے برتن کی مانند (اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا) نہ تو وہ نیک کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا، وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جو از قسم خواہشات اس میں رچ بس گئی ہے۔

13: عن علی رضی اللہ عنہ "اِنَّ الْعَقْلَ فِي الْقَلْبِ، وَالرَّحْمَةَ فِي الْكَبِدِ، وَالرَّأْفَةَ فِي الطِّحَالِ وَالنَّفَسَ فِي الرِّئَةِ". (الادب المفرد:547)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقل دل میں، رحمت جگر میں، رأفت (نرمی) تلی میں، اور سانس پھیپھڑوں میں ہوتی ہے۔

14: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَرْبَعَةٌ مِنَ الشَّقَاءِ: جُمُوْدُ الْعَيْنِ وَقَسَاءُ الْقَلْبِ وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصُ عَلَى الدُّنْيَا. (مسند بزاز:6442)

چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں: (۱) آنکھوں کا آنسو نہ بہانا۔ (۲) دل کا سخت ہونا۔ (۳) لمبی امیدیں۔(۴) دنیا کی حرص۔

15: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لِكُلِّ قَلْبٍ وَسْوَاسٌ، فَاِذَا فَتَقَ الْوَسْوَاسُ حِجَابَ الْقَلْبِ نَطَقَ بِهِ اللِّسَانُ، وَاُخِذَ بِهِ الْعَبْدُ وَاِذَا لَمْ يَفْتِقِ الْقَلْبَ وَلَمْ يَنْطِقْ بِهِ اللِّسَانُ فَلَا حَرَجَ. (اعتلال القلوب للخرائطی:45)

ہر دل میں گناہ کا ایک وسوسہ ہوتا ہے، جب یہ وسوسہ دل کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے تو زبان اس کو بول لیتی ہے اور پھر بندے کا اس پر مؤاخذہ ہوتا ہے، اور جب یہ وسوسہ دل کے پردے کو نہ پھاڑے اور زبان اس کو نہ بولے تو پھر اس پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔

16: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ. قيل: يارسولَ اللّٰه فَمَا جِلَاؤُهَا؟ قال: تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ. وقال بعضُ الْحُكَماءِ: كَمَا اَنَّ الْحَدِيْدَ إِذَالَمْ يُسْتَعْمَلْ غَشِيَهُ الصَّدَأُ حَتّٰى يُهْلِكَهُ، كَذٰلِكَ الْقَلْبُ إِذَا عُطِّلَ مِنَ الْحِكْمَةِ غَلَبَ عَلَيْهِ الْجَهْلُ حَتّٰى يُمِيْتَهُ. (اعتلال القلوب للخرائطی:45)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے، کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس کی ستھرائی کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پاک کی تلاوت۔ کسی دانا نے کہا ہے کہ جب لوہے کو استعمال نہ کیا جائے تو زنگ لگنے کی وجہ سے بالکل خراب ہو جاتا ہے، اسی طرح دل بھی ہے کہ جب حکمت کی باتوں سے خالی ہو تو جہالت غالب آ کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

17: عن عیاض بن حماران النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ بِكُلِّ ذِي قُرْبىٰ وَمُسْلِمٍ وَرَجُلٌ فَقِيْرٌ عَفِيْفٌ مُتَصَدِّقٌ. (صحیح ابن حبان:7453)

تین قسم کے لوگ جنتی ہوں گے: عادل صاحبِ اقتدار شخص جسے خیر کے کاموں کی توفیق ملی ہو، رحم دل آدمی اور نرم دل آدمی جو ہر رشتہ دار اور عام مسلمان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہو اور وہ فقیر آدمی جو سوال سے بچتا ہو اور صدقہ کرتا ہو۔

18: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَلزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا يُرِيْحُ الْقَلْبَ، وَالْجَسَدَ. (المعجم الاوسط للطبرانی:6120)

دنیا سے بے رغبتی دل و جاں دونوں کو راحت پہنچاتی ہے۔

19. قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَلْغِنیٰ فِي الْقَلْبِ، وَالْفَقْرُ فِي الْقَلْبِ، مَنْ

كَانَ الْغِنىٰ فِيْ قَلْبِهِ لَا يَضُرُّهُ، مَا لَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا، وَمَنْ كَانَ الْفَقْرُ فِيْ قَلْبِهِ، فَلَا يُغْنِيْهِ مَا أَكْثَرَ لَهُ فِي الدُّنْيَا، وَإِنَّمَا يَضُرُّ نَفْسَهُ شُحُّهَا. (المعجم الکبیر للطبرانی:1643)

غنا اور فقر دونوں دل میں ہوتے ہیں، پس جس کے دل میں غنا ہو تو اسے دنیا کی کوئی حالت نقصان نہیں دے سکتی، اور جس کے دل میں فقر ہو تو اس کے پاس ساز وسامان کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو تو اسے نفع نہیں دے سکتا، اس کا بخل اس کے ضرر کے لیے کافی ہے۔

20: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: عَلَيْكُمْ بِالتَّوَاضُعِ، فَإِنَّ التَّوَاضُعَ فِي الْقَلْبِ فَلَا يُؤْذِيَنَّ مُسْلِمٌ مُسْلِمًا، فَلَرُبَّمَا مُتَضَاعِفٌ فِيْ أَطْبَارٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ.
(المعجم الکبیر للطبرانی:7768)

تواضع اختیار کرو اور تواضع دل میں ہوتی ہے۔کوئی مسلمان دوسرے کو تکلیف نہ دے اس لیے کبھی ایسا ہوگا کہ ایک (مسلمان) پرانے پھٹے کپڑوں میں لپٹا ہوگا لیکن اگر اللہ کی قسم کھائے تو اللہ اس قسم کو پورا کردے۔

21: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهِ: يَابُنَيَّ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ الْعُلَمَاءِ، وَاسْتَمِعْ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ." (المعجم الکبیر للطبرانی:7810)

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: علما کی مجالس میں بیٹھو، اور حکما کی باتیں غور سے سنو اس لیے کہ اللہ تعالی مردہ دلوں کو نورِ حکمت سے اس طرح زندہ کردیتے ہیں جیسے موسلا دھار بارش سے مردہ زمین کو۔

22: اَلْبِرُّ مَا سَكَنَتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَالَمْ تَسْكُنْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَلَمْ يَطْمَئِنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ. (المعجم الکبیر للطبرانی:585)

نیکی وہ ہے جس پر جان کو آرام اور دل کو اطمینان آئے اور گناہ وہ ہے جس پر جان کو آرام اور دل کو اطمینان نصیب نہ ہو۔

23: عن عبد اللّٰہ بن مسعود، قَالَ: تَلَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ:

"اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اِنْشِرَاحُ صَدْرِهٖ؟ قَالَ: اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ الْقَلْبَ اِنْشَرَحَ وَانْفَسَحَ: فَقُلْنَا: فَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ، وَالتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ، وَالتَّاَهُّبُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ. (القضاء و القدر للبیهقی:389)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ آیت تلاوت فرمائی "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" (وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہو۔ الزمر:۲۲) تو ہم نے پوچھا کہ یہ انشراحِ صدر کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ایمان کا نور دل میں داخل ہو جائے تو اس سے انشراحِ صدر ہو جاتا ہے اور دل میں وسعت آ جاتی ہے۔ ہم نے پھر پوچھا: اے اللہ کے رسول اس کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آخرت کی طرف رغبت، دنیا سے بے زاری اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا (یہ اس کی علامات ہیں)۔

24: عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "يَاوَابِصَةُ: اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاسْتَفْتِ نَفْسَكَ، اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَاطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ، وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي النَّفْسِ، وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ" (مسند ابن ابی شیبة:753)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے وابصہ! اپنے دل سے پوچھو اور اپنے آپ سے فتویٰ طلب کرو، نیکی وہ ہے کہ جس پر دل و جان کو اطمینان نصیب ہو اور گناہ وہ ہے جو آپ کے دل میں کھٹکے اور سینہ میں تردد کی کیفیت پیدا ہو اگرچہ لوگ بہت آپ کو اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیں۔

25: عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: اِذَا اَذْنَبَ الْمُؤْمِنُ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِيْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صَقَلَتْ، وَاِنْ عَادَ زَادَتْ حَتّٰى يَسُوْدَ الْقَلْبُ فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (مسند بزاز:8934)

جب مؤمن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لے، گناہ سے باز آئے اور استغفار کر لے تو وہ دھل جاتا ہے لیکن اگر توبہ نہ کرے اور گناہ کرتا رہے تو

داغ بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ سارا دل کالا ہو جاتا ہے، یہی ہے وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (مطففین: ۱۴)

ترجمہ: کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔

26: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اِنِّیْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ شَاءَ اَنْ يَّزُوْرَ قَبْراً فَلْيَزُرْهُ، فَاِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ، وَيُدْمِعُ الْعَيْنَ وَيُذْكِرُ الْآخِرَةَ. (مستدرک حاکم:1394)

میں تمہیں قبرستان جانے سے منع کرتا تھا، اب اگر کسی کا جی چاہے جانے کو تو جایا کرے، اس لیے یہ دل میں نرمی پیدا کرتا ہے، آنکھوں میں آنسو بھرلاتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

27: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ، وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا، وَلِسَانَهٗ صَادِقًا، وَنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً، وَخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً، وَجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً، وَعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمْعٌ، وَاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِمَا يُوْعِي الْقَلْبُ، وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ وَاعِيًا." (شعب الایمان للبیهقی:107)

یقیناً کامیاب ہے وہ شخص جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خالص کر دیا اور اس کے دل کو سلیم، زبان کو سچا، نفس کو مطمئن، فطرت کو معتدل بنایا، اس کو (حق) سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں عطا کیں، کان دل تک بات کی رسائی کا آلہ ہوتا ہے اور آنکھیں اس کو ٹھکانہ دیتی ہیں، واقعی کامیاب ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ بوجھ رکھنے والا دل عطا کیا ہو۔

28: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا خُشُوْعُ النِّفَاقِ؟ قَالَ: "خُشُوْعُ الْبَدَنِ وَنِفَاقُ الْقَلْبِ." (شعب الایمان:6568)

اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو نفاق کی خشوع سے، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول نفاق کی خشوع سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: بدن میں خشوع اور دل میں نفاق ہو۔

29: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَتِلْكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ. (مصنف ابن ابی شیبة:34361)

علم دو طرح ہوتا ہے: ایک وہ ہے جو دل میں ہو اور یہ علم نافع ہوتا ہے، اور دوسرا علم وہ ہے جو

زبان پر ہواور یہ بندوں کے خلاف اللہ کی حجت ہوتا ہے۔

30: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: عَلَيْكُمْ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ مِفْتَاحُ الْقَلْبِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ الْحُزْنُ؟ قَالَ: أَجِيْعُوْا أَنْفُسَكُمْ بِالْجُوْعِ وَاظْمَئُوْهَا.

(المعجم الکبیر للطبرانی: 11694)

تم پر غم لازم ہے، یہ دل کی کنجی ہے۔ (صحابہؓ نے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیسا غم (مراد ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے نفسوں کو بھوکا رکھواور انہیں پیاسا رکھو (روزہ)۔

31: إِذَا أَذْنَبَ الْعَبْدُ نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا تَابَ صُقِلَ مِنْهَا، فَإِنْ عَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْظُمَ فِيْ قَلْبِهِ. (کنز العمال: 10288)

جب بندہ گناہ کرے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرلے تو وہ دھل جاتا ہے، اور اگر توبہ کی بجائے گناہ کرتا رہے تو وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دل میں خوب بڑا بن جاتا ہے۔

32: اَلطَّابِعُ مُعَلَّقٌ بِالْعَرْشِ، فَإِذَا انْتُهِكَ الْحُرْمَةُ وَاجْتُرِئَ عَلَى الْخَطَايَا وَعُمِلَ بِالْمَعَاصِيْ بَعَثَ اللّٰهُ الطَّابِعَ فَيَطْبَعُ عَلَى الْقَلْبِ فَلَا يَعْقِلُ بَعْدَ ذَالِكَ"

(الدیلمی عن ابن عمر، کنز العمال: 10289)

مہر عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے، جب اللہ کے احکام کی پامالی کی جائے، گناہوں پر ڈھٹائی کی جائے اور گناہوں پر عمل شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مہر بھیج دیتے ہیں اور دل پر مہر لگا دیتے ہیں جس کے بعد وہ کچھ نہیں سمجھتا۔

33: وَجَدْتِ الْحَسَنَةُ نُوْراً فِي الْقَلْبِ، وَزَيْنًا فِي الْوَجْهِ وَقُوَّةً فِي الْعَمَلِ وَوَجَدْتِ الْخَطِيْئَةُ سَوَاداً فِي الْقَلْبِ وَوَهْنًا فِي الْعَمَلِ وَشَيْنًا فِي الْوَجْهِ. (کنز العمال: 44084)

نیکی سے دل میں نور، چہرے پر خوبصورتی اور عمل میں قوت پیدا ہوتی ہے جبکہ گناہ سے دل میں سیاہی، عمل میں کمزوری اور چہرے پر بدصورتی آتی ہے۔

34: قال ابو درداء فی حدیث طویل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:

وَجَاءَهُ الرَّجُلُ يَشْكُوْ إِلَيْهِ قَسْوَةَ الْقَلْبِ قَالَ: أُدْنُ الْيَتِيْمَ مِنْكَ، وَالْطُفْ، وَامْسَحْ بِرَاسِهٖ، وَاطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِكَ، فَإِنَّ ذَالِكَ يَلِيْنُ قَلْبَكَ، وَتُدْرِكُ حَاجَتَكَ. (کنزالعمال:44241)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگے، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: یتیم کو اپنے قریب رکھ، اس کیساتھ نرمی برت، اس کے سر پر ہاتھ پھیر اور اسے اپنے ہاں کھانا کھلایا کر، اس سے تیرا دل نرم ہو جائیگا اور تو اپنا مقصود پالے گا۔

35: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "مَنْ سَمِعَ نِدَاءَ الْجُمُعَةِ وَ لَمْ يَأْتِ طُبِعَ عَلٰى قَلْبِهٖ، فَجُعِلَ قَلْبُهُ قَلْبَ مُنَافِقٍ". (الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم2197)

جس نے جمعہ کی اذان سنی اور جمعہ پڑھنے نہیں آیا اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنادیا جاتا ہے۔

36: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الرَّجُلُ الْمُؤْمِنُ خُلُقٌ حَسَنٌ وَشَرُّمَا أُعْطِيَ الرَّجُلُ قَلْبٌ سُوْءٌ فِيْ صُوْرَةٍ حَسَنَةٍ". (اتحاف الخیرۃ المھرۃ:1/5203)

سب سے بہترین چیز جو بندہ مؤمن کو عطا کی گئی ہے وہ بہترین اخلاق ہیں اور سب سے بد ترین چیز جو کسی آدمی کو ملی ہو وہ حسین صورت میں برا دل ہے۔

37: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ الشَّيْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمِهٖ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ، وَإِنْ نَسِيَ الْتَقَمَ قَلْبَه فَذَالِكَ الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ.

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ:5923)

شیطان اپنی ناک انسان کے دل پر رکھتا ہے، اگر وہ ذکر کرے تو اس سے پرے ہٹ جاتا ہے اور اگر ذکر کرنا بھول جائے تو شیطان اس کے دل کو نگل لیتا ہے، یہی اَلْوَسْوَاس الخَنَّاس ہے۔

38: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا يَجْتَمِعُ حُبُّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةِ إِلَّا فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ: اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ". رواه عبد بن حمید ورواته ثقات.

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ:6566)

ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ان چار صحابہ کی محبت ایک مؤمن ہی کے دل میں جمع ہو سکتی ہے۔

39: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ كُلَّ قَلْبٍ حَزِيْنٍ". رواہ ابویعلی والبزار والحاکم وصححہ. (اتحاف الخیرۃ المهرۃ:7123)

اللہ تعالیٰ ہر غمگین دل کو محبوب رکھتا ہے۔

40: مَا مِنْ قَلْبٍ اِلَّا وَهُوَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ اِذَا شَاءَ اَنْ يُقِيْمَهُ اَقَامَهُ وَاِذَا شَاءَ اَنْ يُزِيْغَهُ اَزَاغَهُ وَالْمِيْزَانُ بِيَدِ الرَّحْمٰنِ يَرْفَعُ اَقْوَامًا وَيَضَعُ آخَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ".
(کنز العمال:1168)

ہر دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے، جب اسے سیدھا کرنا چاہے تو اس کو سیدھا کر دیتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے، میزان بھی رحمٰن کے قبضہ قدرت میں ہے، قیامت تک آنے والے انسانوں میں کسی کو اس کے ذریعے اٹھاتا ہے اور کسی کو گراتا ہے۔

41: لَا تَدْخُلُ حَلَاوَةُ الْاِيْمَانِ قَلْبَ اِمْرَءٍ حَتّٰى يَتْرُكَ بَعْضَ الْحَدِيْثِ خَوْفَ الْكَذِبِ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا، وَيَتْرُكَ الْمَرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا. (کنز العمال:6904)

ایمان کی حلاوت اس وقت تک کسی دل میں نہیں آ سکتی جب تک کہ بعض سچی باتوں کو جھوٹ کے خوف سے اگر چہ وہ سچا ہو چھوڑ نہ دے اور جب تک حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ چھوڑ دے۔

42: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ، وَلَا اِلٰى اَحْسَابِكُمْ، وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ، وَ لٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ، فَمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ صَالِحٌ تَحَنَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَاَمَّا اَنْتُمْ بَنُوْ آدَمَ فَاَحَبُّكُمْ اِلَيَّ اَتْقَاكُمْ. (کنز العمال:7258)

اللہ تمہارے جسم، حسب اور مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، پس جس کا دل نیک ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائیگا۔ سنو تم سب آدم کی اولاد ہو، میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

43: لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَابًّا فِيْ اِثْنَتَيْنِ: فِيْ حُبِّ الْحَيَاةِ، وَطُوْلِ الْاَمَلِ. (کنز العمال:7556)

دنیا کی محبت اور لمبی امیدیں یہ دو ایسی چیزیں ہیں کہ آدمی کے بوڑھا ہونے کے باوجود یہ اس کے دل میں جوان رہتی ہیں۔

44: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يُزِيْغَ قَلْبَ عَبْدٍ أَعْمٰى عَلَيْهِ الْحِيَلَ". (مجمع الزوائد:11909)

اللہ تعالیٰ جب کسی دل کو ٹیڑھا کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اس کی تمام تدابیر بیکار بنا دیتے ہیں۔

45: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا يَزَالُ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ إِبْرَاهِيْمَ، يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمْ: الْأَبْدَالُ". (مجمع الزوائد:16675)

میری امت میں ہمیشہ چالیس آدمی ایسے رہیں گے جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دنیا والوں سے عذاب دور فرماتے رہتے ہیں، ان کو ابدال کہتے ہیں۔

46: فِي الْقَلْبِ لَمَّتَانِ؛ لَمَّةٌ مِنَ الْمَلَكِ إِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَالِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَلَمَّةٌ مِنَ الْعَدُوِّ إِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَنَهْيٌ عَنِ الْخَيْرِ فَمَنْ وَجَدَ ذَالِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. ثُمَّ تَلَا قَوْلَهُ تَعَالٰى: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ: الآية". اخرجه الترمذی وحسنه والنسائی فی الکبری من حدیث ابن مسعود (مجمع الزوائد:1)

دل میں دو قسم کے وسوسے ہوتے ہیں: ایک فرشتے کی جانب سے، یہ خیر کا وعدہ اور حق کی تصدیق کی صورت میں ہوتا ہے، پس اگر کوئی یہ وسوسہ دل میں پالے تو سمجھ لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور دوسرا وسوسہ شیطان دشمن کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ کسی شر کے خوف، حق کی تکذیب اور نیک کاموں سے منع کرنے کی صورت میں ہوتا ہے، پس اگر کوئی یہ وسوسہ دل میں پالے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے شیطان مردود سے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ. (البقرة:٢٦٨)

ترجمہ: شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا۔

47: إِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِي الْقَلْبِ. اخرجه الترمذی من حدیث ابی سعید دون قوله: توقد: وقد تقدم ورواه بهذا اللفظ البيهقي في الشعب. (مجمع الزوائد:3)

بے شک غصہ ایک انگارہ ہے جو دل میں سلگتا رہتا ہے۔

48: عبد العزیز بن عبداللّٰہ بن نافع بن خالد قال: ”اِسْتَلْقَفْتُ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ مِنْ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَوْثَقَ الْعُرىٰ كَلِمَةُ التَّقْوىٰ، وَخَيْرَ الْعَمَلِ مَا نَفَعَ، وَخَيْرَ الْهُدىٰ مَا اتُّبِعَ، وَشَرَّ الْعَمىٰ عَمَى الْقَلْبِ، وَاَعْظَمَ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ، وَخَيْرَ مَاأُلْقِيَ فِي الْقَلْبِ الْيَقِيْنُ.(اعتلال القلوب للخرائطی:36)

عبدالعزیز بن عبداللہ...... فرماتے ہیں: میں نے بالمشافہ (آمنے سامنے) یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ سے سنا: سنو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے مضبوط کڑا تقویٰ کا کلمہ ہے، بہترین کام وہ ہے جو کسی کو نفع دے، بہترین سیرت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے، بدترین اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے، سب سے بڑا گناہ زبان کا جھوٹا ہونا ہے اور دل میں پائی جانے والی سب سے بہترین چیز یقین ہے۔

49: عن عبداللّٰہ، قال: بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَرْبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلىٰ عَسِيْبٍ مَعَهُ، فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَسْاَلُوْهُ، لَا يَجِيْءُ فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَنَسْاَلَنَّهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ؟ فَسَكَتَ، فَقُلْتُ: اِنَّهُ يُوْحىٰ اِلَيْهِ، فَقُمْتُ، فَلَمَّا انْجَلىٰ عَنْهُ، قَالَ: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً) قال الاعمش هكذا في قرائتنا. (بخاری:125)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک دفعہ مدینہ کے ویرانے میں جا رہا تھا اور آپ ﷺ کھجور کی ٹہنی کے سہارے چل رہے تھے، اس دوران یہود کی ایک جماعت پر گزر ہوا، ان میں کچھ نے کہا: ان سے روح کے متعلق دریافت کرو، اور کچھ نے کہا: ان سے نہ پوچھو کیونکہ یہ ایسے جواب دیں گے جو تمہیں ناگوار گزرے گا، لیکن پہلی جماعت نے کہا: ہم ضرور پوچھیں گے، ان

میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا: اے ابوالقاسم! روح کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، اس لیے میں اٹھ گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت دور ہو گئی تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً.

ترجمہ: اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو، کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے

اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا۔ (بنی اسرائیل: ۸۵)

50: عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهُ رَأَى فِي الْمَنَامِ كَاَنَّهُ يَسْجُدُ عَلٰى جَبِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الرُّوْحَ لَيَلْقَى الرُّوْحَ". (كنز العمال: 42017)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں، میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روح کی روح سے ملاقات ہوتی ہے۔

51: اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ، وَجَعَلَ فِيْهِ نَفْسًا وَرُوْحًا، فَمِنَ الرُّوْحِ: عَفَافُهُ وَفَهْمُهُ وَحِلْمُهُ وَ سَخَائُهُ وَوَفَاؤُهُ، وَمِنَ النَّفْسِ: شَهْوَتُهُ وَطَيْشُهُ وَسَفْهُهُ وَغَضَبُهُ، وَنَحْوِ هٰذَا. (الروض الانف: 187/3)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس میں نفس اور روح کو رکھا، روح کے کاموں میں پاک دامنی، سمجھ، بردباری، سخاوت اور وفا ہے اور نفس کے اعمال میں شہوت، طیش، بے وقوفی، غصہ اور اس جیسے دیگر کام ہیں۔

52: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرْضِ، وَلٰكِنِ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ. (بخاری: 6446)

غنا (مالداری) ساز و سامان کی کثرت کو نہیں کہتے، بلکہ مالداری دل کا غنی ہونا ہے۔

53: عن حکیم بن حزام، قال: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَاَلْتُهُ

فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهٗ بِطِیْبِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَهٗ فِیْهِ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَهٗ فِیْهِ، وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی. (مسلم :1035)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ نے دیا، پھر مانگا، تو پھر دیا، تیسری مرتبہ مانگا تو پھر دیا اور فرمایا کہ یہ مال بڑا سرسبز اور میٹھا ہوتا ہے۔ جس نے طیبِ خاطر (دل کی خوشی) سے لیا تو اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور جس نے اشرافِ نفس (طمع اور لالچ) کے ساتھ اس کو لیا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس آدمی کی طرح ہوگا جو کھاتا ہو اور سیر نہ ہوتا ہو، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

54: عَن ابی هریرة، اَنَّ رسولَ الله صلّی اللّٰهُ علیهِ وسَلَّم ، قال: یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَةِ رَاْسِ اَحَدِکُمْ، اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، یَضْرِبُ مَکَانَ کُلِّ عُقْدَةٍ عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ، فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ صَلّٰی اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا، طَیِّبَ النَّفْسِ، وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ. (ابوداؤد:1306)

جب کوئی سو جاتا ہے تو شیطان آکر اس کی گدی (سر کا پچھلا حصہ) کے پاس تین گرہیں لگا دیتا ہے، پھر ہر گرہ کو ہاتھ لگا کر یہ منتر پڑھتا ہے، ابھی لمبی رات باقی ہے، سو جاؤ، پس اگر اللہ کا نام لیکر جاگ اٹھے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کر لے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور نشاط اور چستی کے ساتھ صبح کر لیتا ہے ورنہ طبیعت خراب اور سست رو ہو کر صبح کر لیتا ہے۔

55: عن ابی هریرة، اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حُضِرَ، اَتَتْهُ الْمَلَائِکَةُ بِحَرِیْرَةٍ فِیْهَا مِسْکٌ، وَمِنْ ضَبَائِرِ الرَّیْحَانِ، وَتُسَلُّ رُوْحُهٗ کَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَیُقَالُ: یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، اخْرُجِیْ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً، مَرْضِیًّا عَنْکِ، وَطُوِیَتْ عَلَیْهِ الْحَرِیْرَةُ، ثُمَّ یُبْعَثُ بِهَا اِلٰی عِلِّیِّیْنَ. وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا حُضِرَ اَتَتِ الْمَلَائِکَةُ بِمِسْحٍ فِیْهِ جَمْرَةٌ، فَتُنْزَعُ رُوْحُهٗ انْتِزَاعًا شَدِیْدًا، وَیُقَالُ: اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَةُ، اخْرُجِیْ

ساخطةً مسخوطًا عليكِ إلى هوانٍ وعذاب، وإذا خرجت روحُه، ووضعت على تلك الجمرة، فإن لها نشيشًا، فيطوى عليها المسح، ويذهب بها إلى سجّين. (مسند احمد:742)

جب کسی مؤمن کی موت کا وقت ہوتو فرشتے ریشم کا رومال اور ریحان کے بنڈل لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور اس کی روح ایسی نرمی اور آسانی سے نکالتے ہیں جیسا کہ آٹے سے بال نکالا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے: اے نفس مطمئنہ! راضی اور خوش ہوکر نکل، اس حال میں کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے، پھر اس روح پر ریشمی رومال لپیٹ دیا جاتا ہے اور اسے علیّین بھیج دیتے ہیں، اور کافر کی موت کا وقت جب قریب آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ میں انگارہ لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور اس کی روح سختی سے نکالتے ہیں اور اسے کہتے ہیں: اے خبیث جان! نکل ذلت اور عذاب کی طرف اس حال میں کہ نہ تو راضی ہے اور نہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے اور جب اس کی روح نکال دیتے ہیں تو اس انگارے پر اسے رکھ دیتے ہیں تو کھولنے کی وجہ سے اس سے آواز اٹھتی ہے پھر اس پر وہ ٹاٹ لپیٹ دیا جاتا ہے اور اسے سجّین لے جاتے ہیں۔

56: إنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ: مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ بِأَنَّهُ لا إلٰهَ إلَّا هُوَ، وَأَعْطىٰ زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ فِي كُلِّ عَامٍ وَلَمْ يُعْطِ الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِيْضَةَ وَلٰكِنْ مَنْ أَوْسَطِ أَمْوَالِكُمْ: فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهَا وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهَا، وَزَكّىٰ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَمَاتَزْكِيَةُ النَّفْسِ؟ فَقَالَ: أَنْ يَّعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ. (المعجم الصغير للطبرانی:555)

تین کام جس نے کیے تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا، (۱) ایک اللہ کی عبادت کرے اور اس کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھے (۲) ہر سال خوشی کے ساتھ زکوۃ ادا کرے، عمر رسیدہ، بے کار اور مریض جانور نہ دے بلکہ درمیانہ مال دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو تم سے تمہارا عمدہ مال مانگتے ہیں اور نہ بے کار کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔ (۳) اور تزکیۂ نفس کرے۔ کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تزکیۂ نفس کیا ہے؟ فرمایا: جہاں بھی ہو اس کی کیفیت یہ ہو کہ اللہ اس کے ساتھ ہے۔

57: وعن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل رضى الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَقْبَلَ عَلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقَالَ: "يَاأُسَامَةُ، عَلَيْكَ بِطَرِيْقِ الْجَنَّةِ وَإِيَّاكَ أَنْ تَخْتَلِجَ دُوْنَهَا. فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا أَسْرَعُ مَا يُقْطَعُ بِهٖ ذَالِكَ الطَّرِيْقُ؟ فَقَالَ: الظَّمَأُ فِي الْهَوَاجِرِ، وَحَبْسُ النَّفْسِ عَنْ لَذَّةِ النِّسَاءِ. (اتحاف الخيرة المهرة:2186)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسامہ بن زید کو یہ نصیحت کرتے ہوئے سنا: اے اسامہ! جنت کے راستے کو لازم پکڑ، اور ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مت مار، اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کس چیز کے ساتھ یہ راستہ جلدی طے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سخت گرمی میں پیاسا رہنا (یعنی روزہ رکھنا) اور عورتوں کی (ناجائز) لذت سے نفس کو قابو میں رکھنا۔

58: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ نَفْسًابِكَ مُطْمَئِنَّةً، تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ، وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ، وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ. (المعجم الكبير للطبراني: 7490)

اے اللہ میں آپ سے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو آپ کی ملاقات پر ایمان رکھتا ہو، آپ کے فیصلہ پر راضی ہو اور آپ کے دیئے ہوئے پر قناعت اختیار کرے۔

59: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (بخاری:6114)

پچھاڑنے والا پہلوان نہیں، بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

60: عن أَبِيْ أُمَامَةَ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، وَكَانَ النَّاسُ يَمْشُوْنَ خَلْفَهٗ، فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَ ذَالِكَ فِيْ نَفْسِهٖ، فَجَلَسَ حَتّٰى قَدَّمَهُمْ أَمَامَهٗ، لِئَلَّا يَقَعَ فِيْ نَفْسِهٖ شَيْءٌ مِنَ الْكِبْرِ. (ابن ماجة:245)

نبی کریم ﷺ سخت گرمی والے دن بقیع غرقد کے پاس سے جارہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے، جب آپ نے جوتوں کی آہٹ سنی تو اس سے دل میں بڑائی کا وسوسہ پیدا ہوا، آپ ﷺ بیٹھ گئے اور لوگوں کو اپنے سے آگے جانے کا حکم دیا تاکہ دل میں کبر اور بڑائی پیدا نہ ہو۔

61: عن ابی هريرة أنّ النبی صلی الله عليه وسلم قال: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ بَيْنَ ابْنِ آدَمَ وَبَيْنَ نَفْسِهٖ فَلَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا وَجَدَ ذَالِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ. (ابن ماجة:1217)

شیطان بنی آدم اور اس کے نفس کے درمیان نماز میں حائل ہوتا ہے جس سے وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں، جب کسی کو یہ صورت حال پیش آئے تو وہ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے سہو کے کرے۔

62: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُذِلَّ نَفْسَهٗ. قَالُوْا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُهٗ. (ابن ماجة:4016)

مؤمن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، صحابہ نے پوچھا: ذلتِ نفس کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: اس کو ان مصائب پر پیش کرے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

63: عن ابی ھریرۃ اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، قَالَ: لَوْ اَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ، لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، وَلَا يَمْلَأُ نَفْسَهٗ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (ابن ماجة:4235)

اگر بنی آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ چاہتا ہے ان کے ساتھ تیسری بھی ہو اور اس کے نفس کو مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے تو اسے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔

64: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ، مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا، ثُمَّ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (ابن ماجة:4260)

عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو رکھے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کیلئے عمل کرے، اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کا تابع بنادے اور پھر اللہ سے تمنا رکھے۔

65: عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ. (ترمذی:1621)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

66: اِنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ لَيُبْدِيْ عَنْ نَفْسِهٖ مَا سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيَتَمَادىٰ فِيْ ذَالِكَ حَتّٰى يَمْقُتَهُ اللّٰهُ. (الزھد و الرقائق لابن المبارک:1347)

بندہ گناہ کر کے اس آڑ کو ختم کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کا ذریعہ بنایا ہوتا ہے

اور گناہ میں بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض بن جاتا ہے۔

67: قَالَ عُمَرُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَاضَعُوْا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، فَهُوَ فِيْ نَفْسِهِ صَغِيْرٌ، وَفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ، فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ، وَفِيْ نَفْسِهِ كَبِيْرٌ، حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ". (شعب الایمان للبیہقی:7790)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا: اے لوگو! تواضع اختیار کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرما دیتے ہیں، وہ اپنی ذات میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہوتا ہے، اور جو تکبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے جبکہ وہ کتے اور خنزیر سے بھی لوگوں کے ہاں ذلیل ہوتا ہے۔

68: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلّم: "بَيْنَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ يَمْشِيْ فِيْ بُرْدَةٍ قَدْ أَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (شعب الایمان للبیہقی:7814)

ایک آدمی اپنی چادر میں اتراتے ہوئے چل رہا تھا اور اپنے آپ پر اسے بڑا ناز اور عجب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا اور تا قیامت اس میں دھنستا جائے گا۔

69: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم: "رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيْمَانِ: اَلتَّحَبُّبُ إِلَى النَّاسِ. (المعجم الاوسط للطبرانی:4847)

ایمان کے بعد سب سے بنیادی عقل مندی یہ ہے کہ (سیرت و کردار کے لحاظ سے) لوگوں کو محبوب ہو۔

70: قَالَ رسولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ، وَالتَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ. (المعجم الاوسط للطبرانی: 6744)

خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے، لوگوں کے ہاں محبوب ہونا نصف عقل ہے اور بہترین سوال نصف علم ہے۔

71: لَـمَّـا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ اقْبِلْ. فَاَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَدْبِرْ، فَاَدْبَرَ، فَقَالَ: عِزَّتِیْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَعْجَبَ اِلَیَّ مِنْکَ بِکَ آخُذُ، وَبِکَ اُعْطِی، وَبِکَ الثَّوَابُ وَعَلَیْکَ الْعِقَابُ
(المعجم الا وسط للطبرانی:7241)

جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا: آگے آ، تو وہ آگے بڑھی، جب اس سے فرمایا: پیچھے جا تو وہ پیچھے کو ہٹی۔ پھر فرمایا: میری عزت کی قسم! کوئی اور مخلوق میں نے ایسی نہیں پیدا کی ہے جو تجھ سے زیادہ مجھے پسند ہو، تیری وجہ سے ہی میں (لوگوں کو) پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے میری عطا ہوگی اور تیری ہی وجہ سے میں ثواب دوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں عقاب (عذاب) اور سزا دوں گا۔

72: عَنِ النَّبِیِّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قالَ: لِکُلِّ شَیْءٍ آلَةٌ وَعُدَّةٌ وَآلَةُ الْمُؤْمِنِ وَعُدَّتُهُ الْعَقْلُ، (وَلِکُلِّ شَیْءٍ دِعَامَةٌ) وَدِعَامَةُ الْمُؤْمِنِ الْعَقْلُ، وَلِکُلِّ شَیْءٍ غَایَةٌ، وَغَایَةُ الْعِبَادَةِ الْعَقْلُ، وَلِکُلِّ قَوْمٍ رَاعٍ، وَرَاعِی الْعَابِدِیْنَ الْعَقْلُ، وَلِکُلِّ تَاجِرٍ بِضَاعَةٌ وَ بِضَاعَةُ الْمُجْتَهِدِیْنَ الْعَقْلُ وَلِکُلِّ اَهْلِ بَیْتٍ قَیِّمٌ، وَقَیِّمُ بُیُوْتِ الصِّدِّیْقِیْنَ الْعَقْلُ، وَلِکُلِّ خَرَابٍ عِمَارَةٌ، وَعِمَارَةُ الْآخِرَةِ الْعَقْلُ، وَکُلُّ اِمْرَئٍ عَقِبٌ یُنْسَبُ اِلَیْهِ وَیُذْکَرُ بِهٖ، وَعَقِبُ الصِّدِّیْقِیْنَ الَّذِیْ یُنْسَبُ اِلَیْهِمْ وَیُذْکَرُوْنَ بِهِ الْعَقْلُ، وَلِکُلِّ شَعْرٍ فُسْطَاطٌ یَلْجَئُوْنَ اِلَیْهِ وَفُسْطَاطُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْعَقْلُ."
(اتحاف الخیرۃ المھرۃ:5229)

ہر چیز کا آلہ اور اوزار ہوتا ہے اور مؤمن کا آلہ اور اوزار عقل ہے۔ مؤمن کے لیے ستون عقل ہے، ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے، ہر قوم کا ایک راعی اور نگہبان ہوتا ہے اور عابدین کا نگہبان عقل ہے، ہر تاجر کا سامان ہوتا ہے اور مجتہدین کا سامان عقل ہے۔ ہر گھر کا ایک قیم اور ذمہ دار ہوتا ہے اور صدیقین کے گھروں کا قیم عقل ہے۔ ہر ویرانی کی آبادکاری ہوتی ہے اور آخرت کی آبادی عقل ہے۔ ہر آدمی کے بعد کوئی پیچھے رہنے والا ہوتا ہے جو اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے ذریعے اسے یاد کیا جاتا ہے اور صدیقین کی یہ چیز جس کی ان کی طرف نسبت کی جاتی ہے اور انہیں یاد کیا جاتا ہے عقل ہے۔ ہر خوف کا ایک خیمہ ہوتا ہے جس کی پناہ لوگ لیتے ہیں اور مؤمنین کا خیمہ عقل ہے۔

73: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّہ قالَ: یَاأیُّھا النَّاسُ، اِعْقِلُوا عَنْ رَبِّکُمْ، وَ تَوَاضَعُوْا بِالْعَقْلِ بِمَا اُمِرْتُمْ بِہٖ وَمَا نُھِیْتُمْ عَنْہُ، وَاعْلَمُوْا اَنَّہٗ مُحَذِّرُکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ، وَ اعْلَمُوْا اَنَّ الْعَاقِلَ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَاِنْ کَانَ دَمِیْمَ الْمَنْظَرِ، حَقِیْرَ الْخَطَرِ، دَنِیَّ الْمَنْزِلَۃِ، رَثَّ الْھَیْئَۃِ، وَاَنَّ الْجَاھِلَ مَنْ عَصَی اللّٰہَ وَاِنْ کَانَ جَمِیْلَ الْمَنْظَرِ، عَظِیْمَ الْخَطَرِ، شَرِیْفَ الْمَنْزِلَۃِ، حَسَنَ الْھَیْئَۃِ، فَصِیْحًا نَطُوْقًا، وَالْقِرَدَۃُ وَالْخَنَازِیْرُ اَعْقَلُ عِنْدَ اللّٰہِ مِمَّنْ عَصَاہُ، وَ لَا تَغْتَرُّوْا بِتَعْظِیْمِ اَھْلِ الدُّنْیَا اِیَّاکُمْ؟ فَاِنَّھُمْ غَداً مِنَ الْخَاسِرِیْنَ." (اتحاف الخیرۃ المھرۃ:5230)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور تواضع اختیار کرو اس عقل کے ذریعے جس کی وجہ سے تمہیں امرونہی کیا جاتا ہے، جان لو کہ یہ تمہیں ڈرانے والی ہے تمہارے رب کے ہاں۔ جان لو کہ عقل مند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگرچہ وہ بدشکل ہو، کم مال والا ہو، لوگوں کی نظر میں گھٹیا ہو اور پراگندہ حال ہو، اور جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگرچہ وہ خوبصورت شکل والا ہو، بڑے مال والا ہو، بڑے رتبے والا ہو، سلجھا ہوا ہو، فصیح بول والا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں خنزیر اور بندر بھی اس کی نافرمانی کرنے والے سے زیادہ عقل مند ہیں اور یہ دنیا والے جو اس کی تعظیم کرتے ہیں اس سے دھوکہ مت کھانا، یہ کل قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

74: عن جابر بن عبد اللہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم: قالَ: قِوَامُ (امْرَئٍ) عَقْلُہٗ وَ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ". (اتحاف الخیرۃ المھرۃ:5231)

آدمی کی بنیاد اس کی عقل ہے، اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کی کوئی عقل نہیں۔

75: قالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّمَا یُعْطَوْنَ اُجُوْرَھُمْ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ".

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ:5232)

لوگ عقل کے بقدر ہی اجر دیئے جاتے ہیں۔

76: عن انسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قالَ: قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلرَّجُلُ یَکُوْنُ حَسَنَ الْعَقْلِ کَثِیْرَ الذُّنُوْبِ؟ قَالَ: مَامِنْ آدَمِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ خَطَایَا وَذُنُوْبٌ یَقْتَرِفُھَا، فَمَنْ کَانَتْ سَجِیَّتُہُ الْعَقْلَ وَغَرِیْزَتُہُ الْیَقِیْنَ لَمْ تَضُرَّہٗ ذُنُوْبُہٗ. قِیْلَ: وَکَیْفَ ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: لِاَنَّہٗ کُلَّمَا

أَخْطَأَ لَمْ يَلْبَثْ أَنْ يَتَدَارَكَ ذَالِكَ بِتَوْبَةٍ وَنَدَامَةٍ عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُ، فَيَمْحُوَ ذَالِكَ ذُنُوْبَهُ، وَيَبْقٰى فَضْلٌ يَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ". (اتحاف الخيرة المهرة:5233)

کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آدمی بہتر عقل کا مالک ہوتا ہے اور گناہ اس کے زیادہ ہوتے ہیں (اس کا کیا ہوگا؟) فرمایا: ہر آدمی سے ضرور کچھ خطا اور گناہ ہوتے ہیں، پس جس آدمی کی فطرت اور طبیعت عقل اور یقین ہو تو گناہ اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ کسی نے پوچھا: یہ کیسے ہوگا اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: اس طرح کہ جب بھی اس سے کوئی خطا ہوگی تو فوراً توبہ اور ندامت کے ساتھ اس کی تلافی کرلے گا تو اس سے وہ گناہ مٹ جاتا ہے اور نیکیاں باقی رہ کر اس کی بدولت جنت میں داخل ہو جائے گا۔

77: عن البراءِ بن عازبٍ رضی اللّٰہُ عنه: قالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّٰی اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلَّم يَقُوْلُ: "جَدَّ الْمَلَائِكَةُ وَاجْتَهَدُوْا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْعَقْلِ، وَجَدَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاجْتَهَدُوْا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ، فَأَعْلَمُهُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ أَوْفَرُهُمْ عَقْلًا".

(اتحاف الخيرة المهرة:5234)

فرشتوں نے عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خوب کوشش کی اور مؤمنین نے بھی اپنی عقل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خوب کوشش کی، اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سب سے بڑا عالم وہی ہوگا جو سب سے زیادہ عقل رکھتا ہو۔

78: عن اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: (اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) مَا عُنِيَ بِهَا؟ قَالَ: أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَمُّكُمْ عَقْلًا أَشَدُّكُمْ لِلّٰهِ خَوْفًا، وَأَحْسَنُكُمْ فِيْمَا أُمِرَ بِهِ وَنُهِيَ عَنْهُ نَظَرًا، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّكُمْ تَطَوُّعًا." (اتحاف الخيرة المهرة:5235)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تم سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔ الملک:۲) کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا (تم میں سے کون اچھی عقل والا ہے؟) پھر فرمایا: تم میں

سب سے کامل عقلمند اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف کھانے والا اور اس کے اوامر اور نواہی میں اچھی طرح غور وفکر کرنے والا ہوتا ہے اگر چہ طاعت میں تم سب سے کم ہو۔

79: عَنِ النَّبِيِّ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم: قالَ: "إنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَتَوَجَّهَانِ إلى الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّيَانِ، فَيَنْصَرِفُ اَحَدُهُمَا وَصَلَاتُهُ اَوْزَنُ مِنْ اُحُدٍ، وَيَنْصَرِفُ الْاٰخَرُ وَمَا تَعْدِلُ صَلَاتُهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ. قَالَ اَبُوْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيُّ: وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذَالِكَ؟ قَالَ: اِذَا كَانَ اَحْسَنُهُمَا عَقْلاً. قَالَ: فَكَيْفَ يَكُوْنُ؟ قَالَ: اِذَا كَانَ اَوْرَعُهُمَا عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ، وَاَحْرَصُهُمَا عَلَى الْمُسَارَعَةِ اِلَى الْخَيْرِ، وَاِنْ كَانَ دُوْنَهُ فِي التَّطَوُّعِ." (اتحاف الخيرة المهرة:5236)

دو آدمی مسجد کی طرف جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، ان میں سے ایک ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی نماز احد پہاڑ سے وزنی ہوتی ہے اور دوسرا اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی نماز ذرہ کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ ابوحمید ساعدیؓ نے پوچھا: یہ کیسے؟ فرمایا: جب ان میں سے ایک اچھی عقل کا مالک ہوگا، فرمایا: یہ کیسے؟ فرمایا: یہ اس طرح کہ وہ محارم کے بارے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور خیر کی طرف زیادہ سبقت کرنے والا ہو اگر چہ نفل میں اس سے کم ہو۔

80: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخطاب قَالَ لِتَمِيْمِ الدَّارِيِّ: مَا السُّؤْدُدُ فِيْكُمْ؟ قَالَ: اَلْعَقْلُ قَالَ: صَدَقْتَ، سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَمَا سَأَلْتُكَ فَقَالَ كَمَا قُلْتَ ثُمَّ قَالَ: سَأَلْتُ جِبْرِيْلَ: مَا السُّؤْدُدُ فِي النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَقْلُ." (اتحاف الخيرة المهرة:5237)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری سرداری کا معیار کیا ہے؟ انہوں نے کہا: عقل۔ آپ نے فرمایا: بالکل ٹھیک کہا، میں نے یہی سوال نبی ﷺ سے بھی کیا تھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگوں میں سرداری کا معیار کیا ہے؟ فرمایا کہ عقل ہے۔

81: عن النبي صلى الله عليه وسلّم. قَالَ: "لِكُلِّ شَيْءٍ دِعَامَةٌ، وَدِعَامَةُ الْمُؤْمِنِ عَقْلُهُ فَبِقَدْرِ عَقْلِهِ تَكُوْنُ عِبَادَةُ رَبِّهٖ، اَمَا سَمِعْتُمْ قَوْلَ الْفَاجِرِ عِنْدَ نَدَامَتِهٖ: "لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ". (اتحاف الخيرة المهرة:5238)

ہر چیز کے لیے ستون ہوتا ہے اور مؤمن کا ستون اس کی عقل ہے، مؤمن اپنی عقل کے بقدر رب کی عبادت کرتا ہے، کیا تم نے نہیں سنا کہ کافر آدمی اظہار افسوس کرتے ہوئے کہے گا: لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيٓ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (اگر ہم سنتے یا ہم میں عقل ہوتی تو آج جہنمی نہ ہوتے۔ الملک: ۱۰)۔

82: عن ابی هريرة: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم يَقُولُ: "اِسْتَشِيْرُوْا الْعَاقِلَ تَرْشُدُوْا، وَلَا تَعْصُوْهُ فَتَنْدَمُوْا". (اتحاف الخيرة المهرة: 5239)

عقل مند آدمی سے مشورہ طلب کرو، راہنمائی پاؤ گے اور اس کے مشورے کے خلاف مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے۔

83: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخطاب رضى الله عنه: لَمَوْتُ أَلْفِ عَابِدٍ قَائِمِ اللَّيْلِ صَائِمِ النَّهَارِ أَهْوَنُ مِنْ مَوْتِ عَاقِلٍ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ أَمْرَهُ، فَعَلِمَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَا حَرَّمَ عَلَيْهِ (فَأَسْمَعَ) بِعِلْمِهِ وَانْتَفَعَ النَّاسُ بِهِ وَإِنْ كَانَ لَا يَزِيْدُ عَلَى الْفَرَائِضِ الَّتِيْ فَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ كَثِيْرَ زِيَادَةٍ وَكَذَالِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم. (اتحاف الخيرة المهرة: 5241)

ہزار ایسے عابدوں کی موت جو رات کو نماز پڑھتے ہوں اور دن کو روزہ رکھتے ہوں، معمولی ہے ایک عاقل کی موت سے، جس نے اللہ کے حکم کو جانا اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام کہا، اور پھر اپنا علم آگے پھیلایا اور لوگ اس سے مستفید ہوئے، اگر چہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ عبادات کے علاوہ کچھ زیادہ عبادت نہ کرتا ہو۔

84: عنِ النبیّ صلّى اللّٰهُ عليهِ و سلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَوَاصًا يُسْكِنُهُمُ الرَّبِيْعَ مِنَ الْجِنَانِ، كَانُوْا أَعْقَلَ النَّاسِ، قَالَ: يُهِمُّهُمُ الْمُسَابَقَةَ اِلٰى رَبِّهِمْ، وَالْمُسَارَعَةَ اِلٰى مَا يُرْضِيْهِ وَزَهِدُوْا فِي الدُّنْيَا وَفُضُوْلِهَا وَرِئَاسَتِهَا، وَهَانَتْ عَلَيْهِمْ، فَصَبَرُوْا قَلِيْلًا وَاسْتَرَاحُوْا طَوِيْلًا."
(اتحاف الخيرة المهرة: 5241)

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنھیں وہ جنت کی بہاروں میں ٹھہراتا ہے، وہ سب لوگوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔ فرمایا: ان کا اہم مشغلہ اللہ کی طرف دوڑنا اور اس کی رضامندی کے

کاموں کی طرف بڑھنا ہے۔ وہ دنیا اور اس کی فضولیات سے اعراض کرتے ہیں، اور دنیا ان پر آسان ہوگئی، انہوں نے (دنیا کے مصائب پر) تھوڑا صبر کیا اور (آخرت کا) طویل آرام پایا۔

85: عن ابی سعید الخدری أن معاویة خطبهم فقال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "افضل امتی اصحابی، وخیرهم اتقاهم. قال ابو سعید: اتقاهم: اعقلهم، کذالک قال رسول الله صلی الله علیه وسلم. (اتحاف الخیرة المهرة:5244)

حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں، اور ان میں سے بہتر وہ ہے جو ان میں سے زیادہ متقی ہو۔ راوی (ابوسعیدؓ) کہتے ہیں: ان میں متقی سے مراد ان میں سے عقل مند ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

86: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ "أَنَّ عُمَرَ وَأَبَا هُرَيْرَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ دَخَلُوا على رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليهِ وسلَّمَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَعْلَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَاقِلُ. قَالُوا: فَمَنْ أَعْبَدُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَاقِلُ. قَالُوا يَارَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَعْلَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَاقِلُ. قَالُوا: فَمَنْ أَعْبَدُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَاقِلُ. قَالُوا: فَمَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَلْعَاقِلُ. فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَلَيْسَ الْعَاقِلُ مَنْ تَمَّتْ مُرُوءَتُهُ وَظَهَرَتْ فَصَاحَتُهُ وَ عَظُمَتْ مَنْزِلَتُهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليهِ وسلَّم وَ إِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا إِلَى آخِرِ الآيَةِ وَإِنَّ الْعَاقِلَ الْمُتَّقِي وَإِنْ كَانَ فِي الدُّنْيَا خَسِيسًا قَصِيًّا دَنِيًّا". (اتحاف الخیرة المهرة: 5221)

ایک بار حضرت عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے عرض کیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عاقل۔ انہوں نے پھر عرض کیا: لوگوں میں سے بڑا عابد کون ہے؟ فرمایا: عقل مند۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: عقل مند۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا عاقل وہ نہیں ہے جس میں پوری مروت ہو اور جس کی فصاحت ظاہر ہو اور اس کا مرتبہ بلند ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الزخرف: ۳۵) ان میں ہر ایک دنیا کا سامان ہے (پھر آخر تک یہ آیت

تلاوت کی اور) فرمایا: عاقل متقی ہے اگر چہ وہ دنیا کے اعتبار سے کمزور ہو۔

87: قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رضی اللّٰهُ عنه سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیهِ وسَلَّم یَقُوْلُ: "مَنْ عَقَلَ الرَّجُلُ اِسْتِصْلَاحَ مَعِیْشَتِهٖ قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ: رَاَیْتُ الْمَعِیْشَةَ صَلَاحُ الدِّیْنِ وَمِنْ صَلَاحِ الدِّیْنِ حُسْنُ الْعَقْلِ". (اتحاف الخیرة المهرة:5222)

آدمی کی عقل مندی میں اس کی معیشت کی درستگی ہے۔ابودرداءؓ نے کہا کہ میں نے معیشت کو دین کی درستگی میں دیکھا اور دین کی درستگی میں سے عقل کا اچھا ہونا ہے۔

88: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الرَّجُلَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرْجَةَ الصَّائِمِ الْقَانِتِ، وَلَا یَتِمُّ لِرَجُلٍ حُسْنُ خُلُقٍ حَتّٰی یَتِمَّ عَقْلُهٗ،فَعِنْدَ ذَالِکَ تَتِمُّ اَمَانَتُهٗ وَاِیْمَانُهٗ، وَاَطَاعَ رَبَّهٗ وَعَصٰی عَدُوَّهٗ.یَعْنِیْ:اِبْلِیْسَ". (اتحاف الخیرة المهرة:5223)

آدمی حسن خلق کی وجہ سے روزہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔آدمی کا حسن خلق کامل نہیں ہوتا یہاں تک کے اس کی عقل کامل ہو۔کمال عقل کے وقت ہی اس کی امانت اور ایمان پورے ہوتے ہیں، اور (اسی وقت گویا) اس نے رب کی (کامل) اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی پر قادر ہوا۔

89: عن جابرِ بنِ عبدِ اللّٰهِ رضِیَ اللّٰهُ عنهما "اَنَّ النبیَّ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّم تَلا هٰذِهِ الْاٰیةِ: (وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ) قَالَ: اَلْعَالِمُ الَّذِیْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَعَمَلَ بِطَاعَتِهٖ وَاجْتَنَبَ سَخَطَهٗ". (اتحاف الخیرة المهرة:5224)

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (اور یہ مثالیں ہیں جنھیں ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں،اور انہیں عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔العنکبوت:۴۳) فرمایا: عالم وہ ہے جس کو اللہ نے عقل دی ہے کہ اس کی اطاعت پر عمل کرے اور اس کی ناراضگی سے بچے۔

90: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهٗ اِلَی النَّبِیِّ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّم قَالَ: اَفْضَلُ النَّاسِ اَعْقَلُ النَّاسِ.قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَذَالِکَ نَبِیُّکُمْ ﷺ. (اتحاف الخیرة المهرة:5225)

لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ عقل مند ہو۔حضرت ابن

عباسؓ فرماتے تھے کہ لوگوں میں سب سے عقل مند آپ کے نبی ﷺ ہیں۔

91: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "قَدِمَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ مِنْ أَهْلِ جُرْشٍ تَاجِرٌ، فَكَانَ لَهُ بَيَانٌ وَوَقَارٌ فَقِيلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا أَعْقَلَ هٰذَا النَّصْرَانِيُّ فَزَجَرَ الْقَائِلُ فَقَالَ: مَهْ، إِنَّ الْعَاقِلَ مَنْ عَمِلَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ". (اتحاف الخيرة المهرة:5226)

اہل جرش میں سے ایک نصرانی تاجر آیا، وہ فصیح اور باوقار آدمی تھا، کہا گیا: یارسول اللہ! یہ نصرانی کیسا عقل مند آدمی ہے! تو رسول اللہ ﷺ نے کہنے والے کو ڈانٹا اور فرمایا: چھوڑو! عقل مند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو۔

92: عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّمَ قَالَ: يُحَاسَبُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ". (اتحاف الخيرة المهرة:5227)

قیامت کے دن لوگوں کا محاسبہ ان کی عقلوں کے بقدر ہوگا۔

93: عن عائشةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها قَالَتْ: "قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَيِّ شَيْءٍ يَتَفَاضَلُ النَّاسُ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: بِالْعَقْلِ. قُلْتُ فَفِي الْآخِرَةِ؟ قَالَ: بِالْعَقْلِ قَالَتْ: قُلْتُ: إِنَّمَا يُجْزَوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ. فَقَالَ: وَهَلْ عَمِلُوْا إِلَّا بِقَدْرِ مَا أَعْطَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْعَقْلِ فَبِقَدْرِ مَا أُعْطُوْا مِنَ الْعَقْلِ كَانَتْ أَعْمَالُهُمْ بِقَدْرِ مَاعَمِلُوْا يُجْزَوْنَ". (اتحاف الخيرة المهرة:5228)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! لوگ دنیا میں کس چیز کے ذریعے عزت حاصل کرتے ہیں؟ فرمایا: عقل کے ذریعے۔ میں نے عرض کیا: اور آخرت میں؟ فرمایا: عقل کے ذریعے۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں تو اعمال کے بدلے جزا دی جائے گی! فرمایا: انہوں نے اعمال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کے بقدر ہی کیے۔ پس ان کو دی گئی عقل کے بقدر ان کے اعمال ہوں گے اور اعمال کے بقدر انہیں جزا ملے گی۔

93: عَنِ النَّبِيِّ صلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم قَالَ: "إِنَّ الْجَاهِلَ لَا (تَكْشِفُهُ) إِلَّا عَنْ سُوْئَةٍ وَإِنْ كَانَ حَصِيْفًا ظَرِيْفًا عِنْدَ النَّاسِ وَإِنَّ الْعَاقِلَ لَا تَكْشِفُهُ إِلَّا عَنْ فَضْلٍ، وَإِنْ كَانَ عَيِيًّا مُهِيْنًا عِنْدَ النَّاسِ." (اتحاف الخير المهرة:5245)

بے شک جاہل اپنی (حماقتوں کے باعث اپنی) برائی ہی ظاہر کرتا ہے اگر چہ لوگوں کے ہاں بے عیب اور دانا سمجھا جاتا ہو۔ اور عقلمند (اپنے رویے کی وجہ سے اپنا) فضل وکمال ہی واضح کرتا ہے اگر چہ وہ لوگوں کے ہاں کم مرتبہ ہو۔

94: عن أبی سعید رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ قالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلّی اللّٰهُ علیهِ وَسلَّم یَقُولُ: قَسَّمَ اللّٰهُ الْعَقْلَ ثَلاثَةَ اَجْزَاءٍ" فَمَنْ تَكُنْ فِیْهِ كَمُلَ عَقْلُهُ وَمَنْ لَمْ تَكُنْ فِیْهِ فَلا عَقْلَ لَهُ: حُسْنُ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ وَحُسْنُ الطَّاعَةِ، وَحُسْنُ الصَّبْرِ عَلٰی أَمْرِهٖ". (اتحاف الخیر المهرة:5246)

اللہ تعالیٰ نے عقل کو تین اجزاء پر تقسیم کیا، جس میں یہ تینوں اجزاء ہوں تو اس کی عقل کامل ہوگی اور جس میں یہ نہ ہوں تو اس کیلئے (کامل) عقل نہیں۔ (وہ تین اجزاء یہ ہیں:) اللہ تعالیٰ کی اچھے طریقے سے معرفت حاصل کرنا، اچھے طریقے سے اطاعت کرنا اور اللہ کے حکم پر اچھے طریقے سے صبر کرنا۔

95: عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "كَثُرَتِ الْمَسَائِلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ لِكُلِّ سَبِیْلٍ مَطِیَّةً وَتَبِعَةً، مُحِجَّةً وَاضِحَةً وَ أَوْثَقُ النَّاسِ مَطِیَّةً وَأَحْسَنُهُمْ دَلَالَةً وَمَعْرِفَةً بِالصَّحَةِ: أَفْضَلُهُمْ عَقْلًا" (اتحاف الخیرة المهرة :5247)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! ہر راستے پر کوئی نہ کوئی سواری اور راہ رو ہوتے ہیں اور کوئی واضح علامت و دلیل ہوتی ہے اور لوگوں میں مضبوط سواری والا، بہترین رہنما اور درستگی کی خوب پہچان رکھنے والا وہ ہے جو ان میں سے عقل کے اعتبار سے افضل ہو۔

96: عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللّٰهُ عنهما أَنَّ النَّبِیَّ صلَّی اللّٰهُ علَیهِ وسلَّم قالَ: مَا اكْتَسَبَ رَجُلٌ مَا اكْتَسَبَ مِثْلَ فَضْلِ عَقْلٍ یَهْدِیْ صَاحِبَهُ اِلٰی هُدًی وَیَرُدُّهُ عَنْ رَدًی، وَ مَا تَمَّ اِیْمَانُ عَبْدٍ وَ لَا اسْتَقَامَ دِیْنُهُ حَتّٰی یَكْمُلَ عَقْلُهُ". (اتحاف الخیرة المهرة:5251)

آدمی اس عقل جتنا کمال حاصل نہیں کر سکتا جو ہدایت کی طرف عقل مند آدمی کی رہنمائی کرتی ہے، اور اسے خسیس چیزوں سے دور کرتی ہے، اور کسی آدمی کا ایمان مکمل اور دین درست نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی عقل کامل ہو جائے۔

97: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عنهُ قَالَ "قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَامَ یَنْتَهِی النَّاسُ یَوْمَ

الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: إِلَى أَعْمَالِهِمْ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ قَالَ: فَقُلْتُ: أَيُّهُمْ أَفْضَلُ عَمَلاً قَالَ: أَحْسَنُهُمْ عَقْلاً. إِنَّ الْعَقْلَ سَيِّدُ الْأَعْمَالِ فِي الدَّارَيْنِ جَمِيعًا". (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:5253)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن لوگ بالآخر کہاں پہنچیں گے؟ فرمایا: اپنے اعمال کے پاس۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔ میں نے عرض کیا: ان میں عمل کے اعتبار سے کون افضل ہوگا؟ فرمایا: جوان میں عقل کے اعتبار سے اچھا ہو۔ بے شک عقل دونوں جہانوں میں سارے اعمال کی سردار ہے۔

98: عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَقُومُ اللَّيْلَ وَيَصُومُ النَّهَارَ، وَيَحُجُّ وَيَعْتَمِرُ، وَيَغْزُوْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَيَعُوْدُ الْمَرِيضَ. وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَتْبَعُ الْجَنَائِزَ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ حَتَّى عَدَّ هَذِهِ الْعَشْرَ خِصَالٍ فَمَا مَنْزِلَتُهُ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ثَوَابُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَا كَانَ مِنْهُ فِي ذَالِكَ عَلَى قَدْرِ عَقْلِهِ". (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:5254)

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ ایسے آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو رات کا قیام کرتا ہو، دن کو روزہ رکھتا ہو، حج، عمرہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو اور بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہو، صلہ رحمی کرتا ہو، جنازہ میں شریک ہوتا ہو، مہمان نواز ہو (یہاں تک کہ دس خوبیاں شمار کر دیں) پوچھا کہ ایسے آدمی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مرتبہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک عمل کے بدلے میں اس کی عقل کے موافق ثواب دیا جائے گا۔

99. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم قَالَ: كَمْ مِنْ عَاقِلٍ عَنِ اللهِ أَمْرَهُ وَهُوَ حَقِيْرٌ عِنْدَ النَّاسِ دَمِيْمُ الْمَنْظَرِ، يَنْجُوْ غَدًا وَكَمْ مِنْ ظَرِيْفِ اللِّسَانِ جَمِيْلِ الْمَنْظَرِ عِنْدَ النَّاسِ يَهْلِكُ غَدًا فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:5248)

اللہ تعالیٰ سے عقل (کی دولت) پانے والے کتنے ہی لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ کل (آخرت میں) نجات پالیں گے۔ حالانکہ وہ لوگوں کے ہاں حقیر اور بدصورت ہوتے ہیں۔ اور لوگوں

کے ہاں کتنے ہی خوش زبان اور خوبصورت ایسے ہیں کہ کل قیامت کے دن ہلاک ہو جائیں گے۔

100: عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ "أَنَّ النَّبِیَّ صلّی اللّٰهُ علَیهِ وسلَّم قَالَ لَهُ عُوَیْمِرُ، اِزْدَدْ عَقْلًا تَزْدَدْ مِنْ رَّبِّکَ قُرْباً. قَالَ: قُلْتُ: بِاَبِیْ أَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَکَیْفَ لِیْ بِذٰلِکَ؟ قَالَ: اِجْتَنِبْ مَحَارِمَ اللّٰهِ. وَأَدِّ فَرَائِضَ اللّٰهِ تَکُنْ عَاقِلاً، وَ تَنَفَّلْ بِالصَّالِحَاتِ مِنَ الْاَعْمَالِ تَزْدَدْ بِهَا فِیْ عَاجِلِ الدُّنْیَا رِفْعَةً وَ کَرَامَةً، وَتَنَالُ بِهَا مِنْ رَّبِّکَ الْقُرْبَ وَالْعِزَّةَ".

(اتحاف الخيرة المهرة :5255)

ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عویمرؓ سے فرمایا کہ عقل بڑھاؤ تو اللہ کے ہاں تیرا قرب بڑھے گا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دو اور فرائض کو ادا کرو۔ عقل مند بن جاؤ گے اور نفلی اعمال اختیار کرو اس سے دنیا میں تیری عزت وتکریم ہوگی اور اپنے رب کے ہاں قربت اور مرتبہ پاؤ گے۔

☆☆☆☆☆

خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور اور اس کا نظام الاوقات

خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر پروفیسر فدا محمد صاحب مدظلہم (سربراہ شعبہ علم الابدان کیبر میڈیکل کالج پشاور) کے زیر نگرانی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے طریق تعلیم اور حضرت امام غزالیؒ وحضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے طرز تربیت کی روشنی میں عرصہ سے خدمت انجام دے رہا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے اکثر اوقات سالکین راہ طریقت کی اصلاح کے لیے وقف ہیں، سلسلہ میں بیعت ہونے والے سالکین اور عامۃ الناس کی دینی رہنمائی اور اصلاح وارشاد کے لیے منعقدہ اصلاحی مجالس کی یومیہ و ہفتہ وار ترتیب حسب ذیل ہے:

۱۔ روزانہ بعد از نماز فجر تا اشراق اصلاحی مجلس

۲۔ روزانہ عصر کی نماز کے بعد آدھا گھنٹہ مجلس درس قرآن

۳۔ روزانہ بعد از نماز عشاء مجلس تعلیم

۴۔ بروز جمعہ عصر تا مغرب مجلس ذکر وتلاوت، خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ آفریدی گڑھی پشاور

۵۔ بیان جمعۃ المبارک مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی

۶۔ بروز اتوار بعد از نماز مغرب...... اصلاحی مجلس مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی

۷۔ بروز سوموار بعد از نماز مغرب...... اصلاحی مجلس، مسجد نور حیات آباد فیز تھری، پشاور

۸۔ بروز منگل بعد از نماز مغرب...... اصلاحی مجلس، مسجد فردوس، پشاور یونیورسٹی

۹۔ بروز بدھ بعد از نماز عصر، بیان برائے مستورات، و بعد از مغرب بزم برائے اطفال، خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور

۱۰۔ بروز جمعرات بعد از مغرب، علمی واصلاحی مجلس تعلیم، خانقاہ مولانا محمد اشرف صاحب، دھوبی گھاٹ پشاور یونیورسٹی

۱۱۔ ہر مہینہ مرکزی خانقاہ یا اس کے کسی شاخ میں تربیتی اجتماع

۱۲۔ سالانہ سہ روزہ اجتماع، ہر سال جولائی کے تواریخ میں خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ ڈوڈیال، مانسہرہ میں منعقد ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ سلسلہ کے زیر اہتمام کئی دینی مدارس اور مساجد کا نظم ونسق قائم ہے، جہاں حفظ وناظرہ، علوم دینیہ کی تعلیم اور اصلاحی وتعلیمی مجالس کے ذریعے تعلیم وتعلم، دعوت دین اور تزکیہ واصلاح کا کام انجام پا رہا ہے۔ مرکزی خانقاہ سال بھر سالکین راہ طریقت کے لیے کھلی اور آباد رہتی ہے، جہاں مہمانوں کے قیام وطعام کا بفضل اللہ بندوبست ہوتا ہے۔ تزکیہ اور تصوف وسلوک کی محنت کے پیش نظر خانقاہ سے عامۃ الناس کے لیے مختلف دینی واصلاحی موضوعات پر کتابیں شائع کی جاتی ہیں۔ نیز فرد، سماج اور ریاست کو درپیش روحانی وباطنی بحرانوں کی تشخیص اور علاج کی نشان دہی کا حامل مجلہ ماہنامہ غزالی بھی گزشتہ سولہ سال سے پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ادارہ کی تمام مطبوعات اور حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم کے بیانات ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

رابطہ برائے مطبوعات: 03139792537 پتہ: پوسٹ بکس 1015 یونیورسٹی کیمپس پشاور
مو اصلاحی رابطہ: physiologist72@hotmail.com
www.darwaish.org/